ماہنامہ

البلاغ بمبئی

اشاعت ۱۲ فروری

ہند و پاک سے سالانہ :- چھ روپے ، ممالک غیر سے دس روپے

جلد ۱۹ : ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ مطابق فروری ۱۹۷۰ء : شمارہ ۱۱

شذرات	قاضی اطہر مبارک پوری	۲ - ۴
مطالعات و تعلیقات	قاضی اطہر مبارک پوری	۵ - ۱۲
خطبۂ استقبالیہ	جناب مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی	۱۳ - ۲۲
حاجیوں کی باتیں	محی الدین منیری	۲۳ - ۳۰
خانوادہ علمائے رسول پور	قاضی اطہر مبارک پوری	۳۱ - ۴۱
فیض نسیم سحری	زائر حرم حمید صدیقی رح	۴۲ -
حج بدل	محی الدین منیری	۴۳ - ۴۴
باب الافتاء	حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب مفتی مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور	۴۵ - ۴۸

پرنٹر پبلشر محی الدین منیری نے یونیورسل لیتھو پریس نمبر ۲۳ ذرجی اسٹریٹ بمبئی نمبر ۲ میں چھپواکر صابو صدیق مسافر خانہ ، بمبئی ۱ سے شایع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

مغرب کی استعماری اور مسیحی طاقتوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو حربے علم و فن کے نام پر استعمال کئے ان میں زبان کی قدامت و جدت اور رسم الخط کی تبدیلی بڑا کامیاب حربہ رہا ہے۔ اور ان دونوں راہوں سے یورپ نے عالم اسلام کو اس کی علمی اور ذہنی و فکری سرمایہ سے بڑی حد تک محروم کر دیا۔ اس سلسلہ میں ترکی کو سب سے پہلے نشانہ بنایا گیا۔ صوبہ البانیہ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی، یورپ نے وہاں کی عیسائی اقلیت کو ترغیب دی کہ وہ البانی زبان کو لاطینی خط میں لکھے نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے مسلمان علم میں پسماندہ ہو گئے، پھر ترکی سے البانیہ کے الگ ہو جانے پر لاطینی خط مسلمانوں پر چھا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے تمام قدیم اسلامی و تہذیبی ذخیرے سے محروم ہو گئے، انڈونیشیا میں ہالینڈ والوں نے یہی حرکت کر کے انھوں نے یہاں لاطینی خط جاری کیا، دوسری جنگ عظیم تک وہاں کی زبان عربی اور انگریزی دونوں خطوں میں لکھی جاتی تھی اور اخبارات و رسائل بھی دونوں خطوں میں نکلتے تھے مگر آزادی ملنے کے بعد سوکارنو نے عربی رسم الخط کو ایک دم بند کر کے لاطینی خط جاری کر دیا، جس کے نتیجہ میں وہاں کی نئی نسل اپنے تمام قدیم اسلامی ذخیرے سے نابلد ہو گئی۔ ملیشیا میں بھی یہی زبان بولی جاتی ہے

مگر جب وہاں آزادی کی لہر گئی تو انڈونیشیا کے جدید علوم سے محروم نہ ہونے کے خیال سے عربی رسم الخط کو ختم کر کے لاطینی یعنی انگریزی خط جاری کر دیا گیا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نئی نسل اپنے قدیم تہذیبی و فکری سرمایہ سے محروم ہو رہی ہے۔ ترکی کا یہی حال ہوا مصطفےٰ کمال نے سنہ ۱۹۲۶ء میں ترکی زبان کو عربی رسم الخط میں لکھنے کے بجائے انگریزی رسم الخط میں لکھنا لازمی قرار دیدیا۔ اور تقریباً ہزار سال کا ترکی میں جو عظیم الشان علمی و دینی ذخیرہ تھا اس سے ایک ہی نسل میں پورا ملک محروم ہو گیا، اور اب نئے ترکی کے پاس صرف چالیس سالہ علمی سرمایہ ہے، اور پرانی چیزیں ناقابل استفادہ ہو چکی ہیں۔

اس صورت حال میں یورپ کے استعمار پسندوں اور بد خواہوں سے زیادہ قصور خود ان مسلم ممالک کے سربراہوں کا ہے جنھوں نے مرعوبیت، احساس کمتری، اور استحقار نفس کی وجہ سے عربی رسم الخط کے بجائے لاطینی رسم الخط کو لازمی قرار دے کر اپنی قوم کو اس کے تہذیبی و علمی ورثہ سے محروم کر دیا، حالانکہ ایک دور تھا کہ مسلمان جہاں جاتے تھے عربی رسم الخط کو ہی استعمال کرتے تھے اور دوسری قومیں ان سے رابطہ پیدا کرنے کے لئے عربی زبان اور عربی خط حاصل کرتی تھیں جس طرح آج جرمنی میں یہودیوں کے اکثر اخبارات و رسائل جرمنی زبان میں نکلتے ہیں مگر ان کا خط عبرانی ہوتا ہے اس زمانہ میں صرف لیبیا سے یہ جرأت مندانہ خبر آئی ہے کہ وہاں کی حکومت نے عربی معاملات میں عربی زبان لازمی قرار دیدی ہے حتی کہ غیر ممالک سے تجارتی تعلقات کے لئے بھی خط و کتابت عربی ہی میں ہونی چاہیئے۔

جو لوگ ہندستان میں اردو زبان کو لاطینی یا دیوناگری خط میں لکھنے کی بات کرتے ہیں وہ در حقیقت اردو کے دشمن ہیں اور اس کے تمام پچھلے علمی و فکری سرمایہ کو ختم کر کے اسے یتیم بنا دینا چاہتے ہیں، اسکا نتیجہ خاص طور سے مسلمانوں پر پڑے گا کیوں کہ ان کا تمام دینی، تہذیبی، علمی، اور ثقافتی سرمایہ اردو زبان میں ہے

کسی زبان کا قدیم رسم الخط بدلنا گویا اسکی گردن مارنا ہے، جو درحقیقت اس زبان والی قوم کے علمی وادبی قتل کے مرادف ہے۔

ماڈرن عربی یعنی جدید عربی کا ہَوّا بھی یورپ نے بعض عرب ممالک اور مسلمانوں کے بعض طبقے پر سوار کیا ہے، اسے نہایت خوبصورتی سے سمجھایا ہے کہ قدیم عربی زبان میں قدامت و فرسودگی کی وجہ سے موجودہ دور میں ترقی کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور وہ جدید الفاظ و اصطلاحات اور نئے علوم و فنون کے اخذ کرنے کی استعداد سے عاری ہے۔ اس لئے جدید عربی زبان رائج کرنی چاہیئے جو علمی و فنی ہو اور موجودہ ترقیاتی دور کا ساتھ دے سکے، اس ذریعے نے مصر اور دیگر عرب ممالک میں ایسے طبقہ کو جنم دیا ہے جو اپنے تمام تر اسلامی و دینی اور علمی و فنی سرمایہ سے نابلد ہو کر یورپ کے ذہنی و فکری غلام ہیں، مگر یہ بات قابل اطمینان ہے کہ یہ ہَوا زیادہ تیز نہیں چل سکی اور اب بڑی حد تک رک گئی ہے، ہمارے ملک ہندستان میں بھی ایک طبقہ جدید عربی کا نام بار بار لیتا ہے، اس طبقہ کو عربیت سے زیادہ تعلق نہیں ہے بلکہ وہ برطانوی دور سے متاثر ہو کر یہ بات کرتا ہے، یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ دیگر زبانوں کی طرح عربی زبان بھی زمانہ کے ساتھ اپنے اسلوب، اور الفاظ و بیان میں بدلتی رہتی ہے اور اس میں اسکی پوری صلاحیت ہے، مگر نہ یہ حدیث ہے اور نہ اسکی مخالفت کی جاسکتی ہے۔ البتہ یورپ کے پروپیگنڈے کی رو سے قدیم عربی زبان کو سرے سے متروک قرار دینے اور صرف نئے اسلوب، اور نئے انداز بیان اور الفاظ و محاورات ہی کو زبان قرار دینے کا نتیجہ اپنے ہزاروں سال کے علمی سرمایہ سے محرومی ہے، جدید عربی کوئی زبان نہیں ہے، عربی زبان میں زمانہ کے ساتھ ساتھ دیگر زبانوں کی طرح جو تغیرات پیدا ہوئے ہیں وہ لازمی ہیں اور زندہ زبانوں کا فطری تقاضا ہیں، جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں ان کے لئے نئے الفاظ و محاورات اور جدید طرز کا جاننا اتنا مشکل نہیں ہے کہ اسے نئی زبان کہہ دیا جائے،

مُطَالِعَاتُ وُ تَعلِیقَاتُ

از قاضی اطہر مبارک پوری

روزی کا معاملہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

یا علی الرزق رزقان، رزقاً تطلبہ	اے علی! روزی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک
ورزقاً لم تاتہ یاتی[1]	روزی وہ جسے تم تلاش کرتے ہو، اور ایک
. . . .	روزی وہ کہ اگر تم اس کے پاس نہ جاؤ تو
. . . .	وہ خود آتی ہے۔

رزق کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، اور موت وحیات کی طرح روزی بھی صرف اسی کے ہاتھ میں ہے، اور اسی کے علم وقدرت سے ہر جاندار کو اس کے مقدر بھر

[1] تاریخ جرجان ص ۳۲

روزی ملتی ہے، کسی کو کبھی بلا طلب مل جاتی ہے گویا روزی خود اس کے پاس آتی ہے اور کسی کو اس کے لئے دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے، مگر ہم کو یہ معلوم نہیں کہ کون روزی بلا طلب ملے گی اور کون روزی طلب و جستجو پر ملے گی، اس لئے اصولی طور سے ہمیں رزق کے معاملہ میں دوڑ دھوپ کرنی چاہیئے، جو بے طلب ملنے والی ہے وہ تو مل کر ہی رہے گی۔ جو طلب سے ملنے والی ہے اس کے لئے کوشش کرنی چاہیئے، بہت سے احدی روزی وغیرہ کے معاملہ میں تقدیر کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں اور اپنی کاہلی اور سستی بلکہ غیر ذمہ دارانہ حرکت کے لئے تقدیر کو آڑ بناتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اپنی کوشش کر کے تقدیر پر بھروسہ کریں، وہ بغیر اپنی کوشش کے کیوں تقدیر پر اعتماد کرتے ہیں؟ وجہ ظاہر ہے کہ اپنی کاہلی کو چھپانے کے لئے وہ ایسا کرتے ہیں۔

بات کا موقع محل :-

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

ما انت بمحدث قوماً حدیثاً لا تبلغہ عقولھم إلّا کان لبعضھم فتنۃ [1]

تم اگر ایسے لوگوں کے سامنے کوئی حدیث بیان کرو گے جسے انکی عقل سمجھ نہیں سکتی تو ان میں سے بعضوں کے لئے یہ حدیث باعث فتنہ ہوگی۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو ہر خاص و عام میں بیان نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ جو لوگ اس کے سمجھنے کے اہل ہوں ان سے بیان کرنی چاہیئے۔ عقل و خرد میں تفاوت فطری بات ہے، حالات و ماحول سے آدمی متاثر ہو کر ایک بات کا رخ کچھ اور ہوتا ہے مگر وہ کچھ اور ہی سمجھتا ہے، بعض اوقات کہنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق اسکا مطلب نکالتا ہے، اس لئے ہر بات ہر شخص سے کہنی ہی ضرور

[1] مسلم شریف

نہیں ہے، بلکہ موقع محل اور وقت و شخص دیکھ کر ایسی بات کرنی چاہیئے۔ یہ جو بعض احادیث میں کچھ اختلاف نظر آتا ہے اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے ایک ہی حدیث کو سننے کے بعد کسی نے کچھ مطلب سمجھا اور کسی نے کچھ سمجھا اور اس کی توضیح و شرح اور تفصیل میں اسی سمجھ کے مطابق کام لیا، اور ایسا تو آئے دن ہماری آپ کی باتوں کے بارے میں ہوتا رہتا ہے۔ یہ کوئی بعید چیز نہیں ہے، اور نہ کوئی سمجھانے کی بات ہے۔

بچوں کے ادب میں خاندان کا حصّہ :-

ادب کی دو قسمیں ہیں، ایک ادبِ لفظی جو بول چال اور لکھنے پڑھنے میں کام آتا ہے۔ دوسرا ادب نفسی جو اخلاق کی درستگی کے کام آتا ہے، پہلا ادب مدرسہ میں استاذوں سے سیکھا جاتا ہے، دوسرا ادب باپ دادا اور خاندان کے لوگ سکھاتے ہیں، یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ادب دیں اور ان کی اخلاق تربیت کریں، اساتذہ اگر ایسا کریں تو یہ ان کا احسان ہے فریضہ نہیں ہے بلکہ والدین اور خاندان والوں کا یہ فریضہ ہے، چنانچہ حضرات صحابہ و تابعین کے بارے میں ہے کہ

كانوا يقولون الصلاح من الله والادب من الآباء [1]

وہ فرماتے تھے کہ صالحیت و صلاحیت اللہ کی طرف سے ہے، اور ادب باپ دادا کی طرف سے ہے،

واقعہ یہ ہے کہ اولاد کو اخلاق و آداب سکھانا والدین اور خاندان کا کام ہے اور اس سے اہلِ خاندان بری نہیں ہو سکتے،

---

[1] الادب المفرد ص۱۷۷

علماء کا مقام :-

امام ابوذر محمد بن فضل تمیمی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۲۲ھ میں فوت ہوئے، فقہائے جرجان میں بڑے مقام و مرتبہ کے مالک تھے بلکہ جرجان کے پیشوا تھے،

کان رئیس جرجان فی زمانہ — آپ اپنے زمانہ میں جرجان کے صدر تھے، پورے ملک جرجان کی ریاست وسیاست اور صدارت وقیادت کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اور نہ اس مقام بلند پر ایک فقیہ کا فائز ہونا کوئی حیرت کی بات ہے۔ امام ابوذر تمیمی اس کے مستحق تھے، ان کے حالات میں آگے یہ بھی لکھا ہے۔

وکان لہ افضال وعطاء و دارہ مجمع الفضلاء والعلماء ؎ — آپ کے انعامات وعطایا جاری تھے اور آپ کا گھر علماء اور فضلاء کا مرکز تھا۔

آپ نے طلب علم میں شام، مصر، ثغور، عراق وغیرہ کا سفر کیا اور بہت زیادہ احادیث کی تعلیم حاصل کی، اور فقہ شافعی کے امام ہوئے۔

علماء کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے ان کو دنیاوی مال و دولت اور جاہ و جلال سے نوازا ہے تو انھوں نے اپنے ہم جنس علماء و فضلاء کی بڑی قدر دانی کی ہے۔ اور ان کے نوازنے میں بڑے دل و جگر سے کام لیا ہے، امام لیث بن سعد مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے امام حدیث و فقہ تھے، ساتھ ہی بڑے مالدار تھے، ان کا حال یہ تھا کہ علماء و فضلاء پر ان کے عطیے برابر جاری رہا کرتے تھے، اور ان کے کاشانے پر علماء و فضلاء کا مجمع رہا کرتا تھا

اُمت کے اختلاف میں علماء کا کردار :-

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں امت کے لئے بڑا ابتلاء تھا، رسول اللہ

؎ تاریخ جرجان ص ۳۷۶

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ شہادت عثمان کے بعد فتنہ کا دروازہ کھل جائے گا جو بند نہیں ہوگا، چنانچہ صادق ومصدوق کا یہ قول حرف بحرف صادق آیا اور امت مختلف گروہوں میں بٹ گئی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں عثمانی اور علوی کی اصطلاح جاری ہوگئی تھی، جو لوگ حضرت عثمان رضؓ کے طرفدار تھے اور ان کو مظلوم و برحق مانتے تھے ان کو عثمانی کہنے لگے اور جو لوگ اس بارے میں حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اور ان کو شہادت عثمان سے بری مانتے تھے ان کو علوی کہتے تھے، بعد میں یہ نسبتیں نسب کے لئے استعمال ہونے لگیں،

علوی اور عثمانی مزاج مختلف علاقوں اور قوموں میں کام کرنے لگا اور بعض بعض شہروں کے علماء و محدثین بھی اس مزاج کے ہوئے۔ چونکہ عبداللہ بن سبا نے مصریوں کو ورغلا حضرت عثمانؓ کے خلاف ان کو صف آرا کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف ان کو خوب خوب بھڑکایا۔ ان کے عیوب بتائے اور ان کی برائیاں دکھائیں (نعوذ باللہ) اس لئے مصری حضرت عثمان کے مخالف رہے اور حمص کے لوگ حضرت علیؓ کی تنقیص کرتے تھے اور ان کے خلاف باتیں بیان کرتے تھے، مگر بعد میں ان ہی علماء میں سے ایسے پاکیزہ ذہن و مزاج کے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے صحابہ کرام کے بارے میں ان شہروں کے لوگوں کو بدظنی سے پاک کیا۔

قال عثمان بن صالح: کان أھل مصر ینتقصون عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حتی نشأ فیھم اللیث بن سعد، فحدثھم بفضائل عثمان رضی اللہ عنہ فکفوا عن ذلک، و کان

اہل مصر حضرت عثمانؓ کی تنقیص کرتے تھے یہاں تک کہ ان میں امام لیث بن سعد پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت عثمان کے فضائل کی حدیثیں ان میں بیان کیں تو اس سے باز آئے اور اہل حمص حضرت علی کی تنقیص کرتے تھے حتی کہ امام اسمٰعیل بن عیاش ان میں پیدا ہوئے اور انہوں نے

اهل حمص ينتقصون علياً رضي الله عنه حتى انشأ فيهم اسماعيل بن عياش فحدثهم بفضائل علي رضي الله عنه فكفوا عن ذلك ۱	حضرت علی کے فضائل میں حدیثیں بیان کریں تو وہ اس سے باز آئے۔

حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں امت کا اختلاف بہت ہی شدید اور جذباتی تھا، مگر ان دونوں اماموں کی سعی مشکور سے مسلمانوں کے دل اپنے بزرگوں کی بدظنی سے پاک ہو گئے، یہ علماء کے وجود کی برکت ہے جسے امت نے برملا پایا۔ ایسے حالات میں حضرت امام طبری اور امام نسائی وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کئے تو ان کو بعض لوگوں نے رافضی بتایا یہ وہ لوگ جو تعصب میں بری طرح مبتلا تھے اور اصلاح کی کوشش کو ناپسند کرتے تھے۔ امام طبری کو آج کل ایک طبقہ رافضی ثابت کرنے میں بڑی دلچسپی لے رہا ہے، یہ طبقہ اسی مزاج کا ہے اور حضرت علی کی خطاکاری کا عقیدہ رکھ کر ان کے فضائل بیان کرنے والوں کو بھی مطعون کرتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ اس شدید اختلاف کو ایک عالم پورے ملک اور شہر سے ختم کر دیتا ہے اور آج حال یہ ہے کہ مولوی ملا مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی جان توڑ کوشش کرتے ہیں۔

ایمان کی حرارت :- حضرت انس بن نضر کے چچا غزوۂ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے، بعد میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کے انداز میں کہا کہ یا رسول اللہ! میں پہلی جنگ میں جس میں آپ نے مشرکوں سے

---

۱ حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۵۵

جنگ نرمانۂ حاضری سے محروم رہا، خدا کی قسم اگر اللہ نے مجھے مشرکوں کے قتال کا موقع دیا اور مجھے میدان جنگ میں دیکھا تو دیکھے گا کہ میں کیسی بہادری دکھا رہا ہوں، بات آئی گئی ہوئی جب غزوۂ احد کا موقع آیا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی تو ان کو بڑا رنج ہوا اور حسرت وافسوس کے انداز میں کہا کہ اے اللہ! میں تیری جناب میں مسلمانوں کی طرف سے معذرت پیش کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کچھ کیا ہے اس سے برأت ظاہر کرتا ہوں، یہ کہکر آگے بڑھے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی اور کہا کہ اے سعد! رب النضر کی قسم یہ سامنے جنت ہے جبل احد کے پیچھے سے اسکی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، حضرت سعد کا بیان ہے کہ یہ کہکر وہ یوں جھپٹے کہ میں سمجھ نہ سکا کہ اب کیا کروں؟ آخر اسی معرکہ آرائی میں شہادت پائی۔ [1]

یقین و ایمان کی پختگی اور اس میں توانائی کی یہ ایک ہی مثال نہیں ہے، حضرات صحابہ میں یہی ایمانی حرارت تھی جو پہاڑوں کو بھی پگھلا دیتی تھی، اور ان کی ایک نگاہ سے انقلاب آجاتا تھا، اگر مسلمان آج کے دور میں ایمان کی اس حرارت کا عشر عشیر بھی پا جائیں تو روز روز کے فتنہ و فساد سے بڑی حد تک ان کو نجات مل جائے،

جاہلی شاعری اور اسلامی شاعری

:- ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کوفہ کے گورنر حضرت مغیرہ بن شعبہ کو سرکاری طور سے لکھا کہ تمہارے یہاں جو شعراء ہوں اور انھوں نے اسلام کے متعلق جو اشعار کہے ہوں ان کو ان سے پڑھا کر سنو اور جمع کر لو، چنانچہ حضرت مغیرہ نے کوفہ کے شعراء کو بلایا ان میں حضرت لبید بن ربیعہؓ بھی تھے، انھوں نے ایک صحیفہ میں سورہ بقرہ لکھی تھی اسے دکھا کر کہا کہ اسلام لانے کے بعد اللہ تعالے نے مجھے شاعری کے بدلے یہ کلام دیدیا ہے۔ ان کے بعد دوسرے شاعر

---

[1] الاصابہ ج ۱ ص ۵۸

اغلب بن جشم سامنے آئے اور یہ شعر سنایا۔

أرجزاً تريد ام قصيداً ∴ لقد طلبت هيناً موجوداً

یعنی آپ رجز سننا چاہتے ہیں یا قصیدہ۔ آپ نے بہت آسان چیزیں طلب کی ہیں جو موجود ہیں۔

حضرت مغیرہ نے حضرت عمرؓ کے پاس اغلب اور لبید کے جوابات لکھدئے وہاں سے حکم آیا کہ اغلب کے وظیفہ سے پانچ سو کی رقم کم کرکے لبید کے وظیفہ میں بڑھا دیجائے مسلمانوں نے شعروادب کو اسلامی بنا دیا ہے، اور جاہلی شاعری کے مقابلہ میں اسلامی شاعری کو پسند کیا ہے۔ اسے پروان چڑھایا ہے اور اس کے ذریعہ اسلام کی خدمت کی ہے، جاہلی شاعری گمراہی وضلالت ہے اور اس کے شعراء ضال ومضل ہیں اور اسلامی شاعری رشد وہدایت ہے اور اس کے شعراء تلامیذ الرحمٰن ہیں۔

لبید بن ربیعہ مشہور جاہلی شاعر تھے اور شعراء معلقات میں ان کا مقام بہت بلند تھا، مگر اسلام لانے کے بعد شاعری بحق قرآن ختم کردی، جب انہوں نے یہی تاثر حضرت عمرؓ کے گورنر کے سامنے ظاہر کیا تو انعام واکرام کے مستحق قرار پائے، اور اغلب نے شاعرانہ رنگ

خطبۂ استقبالیہ

اجلاس آل انڈیا اسلامک اسٹڈیز کانفرنس

(منعقدہ دارالمصنفین اعظم گڈھ)

از جناب مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی

جنابِ صدر، مہمانِ محترم اور حاضرینِ جلسہ!

آپ جیسی صاحبِ علم شخصیتوں نے جس ویرانے میں تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی ہے، وہ اگرچہ بعض حیثیتوں سے اس صوبہ کا پسماندہ خطہ ہے، لیکن شیراز ہند جونپور کی قربت کے اثر سے ہمیشہ سے دینی تعلیم اور اس کے اصحابِ علم و کمال کا مرکز رہا ہے، ضلع اعظم گڈھ میں عربی کے جس قدر مدارس ہیں ہندستان کے کسی ضلع میں نہیں مل سکتے، اس کے قصبات چریا کوٹ، گھوسی، اور سرائمیر میں بڑے بڑے علماء و مشائخ پیدا ہوئے، ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ، مولانا عنایت رسول چریا کوٹی، استاذ العلماء مولانا فاروق چریا کوٹی، ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہی، متکلم اسلام مولانا شبلی اسی آسمانِ علم کے مہر و ماہ تھے، ان میں مولانا شبلیؒ کی حیثیت نیر تاباں کی تھی، جن کی ضیا پاشی سے پورا ہندستان منور ہوا۔ انھوں نے پورا نظام شمسی قائم کر دیا تھا، جو ان کی دکھائی ہوئی روشنی میں ابتک علم و فن کی خدمت میں مصروف ہے۔ مولانا شبلی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اسلامی علوم و فنون پر تلاش و تحقیق کی نئی راہ نکالدی اور اہل علم میں اس کا ذوق پیدا کر دیا جس پر اس راہ کے رہرو آجتک گامزن ہیں

مولانا شبلی کی عظمت عرب و عجم تک میں مسلّم تھی، جس پر ان کی تصانیف کے عربی، فارسی اور ترکی ترجمے شاہد ہیں۔ اس لیئے ان کی یادگار دار المصنفین اہل علم کی توجہ کی مستحق تھی، اسی کی کشش آپ کو اس دور افتادہ خطہ میں کھینچ لائی، ورنہ کہاں اعظم گڈھ کا ویرانہ اور کہاں اہل علم کا یہ مجمع۔

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہت گل　　　نسیم صبح تیری مہربانی

ارکان دار المصنفین آپ حضرات کی اس زحمت فرمائی کے شکر گذار ہیں اور اپنی اور باشندگان اعظم گڈھ کی طرف سے آپ کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔

حضرات! مسلمانوں نے علم و فن کی جو خدمت کی ہے اور دینی علوم سے قطع نظر خالص دنیاوی علوم کو جس قدر ترقی دی، قدیم علوم کی جس طرح حفاظت کی اور ان کو دوسروں تک پہونچایا اور جو نئے علوم پیدا کئے اور اپنے ایجادات و انکشافات سے دنیا کو جو فائدہ پہونچایا اور علم و فن کی ہر شاخ پر جو عظیم الشان ذخیرہ یادگار چھوڑا، اس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے، اس خطبہ میں اس کی تفصیل مقصود نہیں۔

ع : سفینہ چاہیئے اس بحر بے کراں کے لیئے

اس لیئے آئندہ سطور میں صرف ہندستانی مسلمانوں کی علمی خدمات پر سرسری نظر ڈالی جائیگی اور آئندہ کاموں کے متعلق بعض خیالات پیش کیئے جائیں گے۔

حضرات! ہندستان ایک زمانہ تک اسلامی تہذیب و ثقافت کا مرکز رہ چکا ہے اور اس کو اس سلسلہ میں بعض ایسی خصوصیات حاصل تھیں جو کسی اسلامی ملک کو حاصل نہ تھیں، یہاں کے سلاطین و امراء کی فیاضی اور قدر دانی سے مختلف اسلامی ملکوں خصوصاً وسط ایشیا کے تمام علمی مرکزوں عراق و ایران سے لیکر ترکستان بلکہ حجاز تک کے علماء کھینچ کھینچ کر ہندستان میں جمع ہوگئے تھے اور دلی، جونپور اور دوسرے پایۂ تخت رشک بغداد و قرطبہ بن گئے تھے، جن کی نظیر کسی

کسی دوسرے اسلامی ملک میں نہیں مل سکتی،

ان علماء کی آمد کا سلسلہ ابتداء سے لیکر مغلوں کے دور عروج بلکہ کچھ نہ کچھ دور زوال تک برابر جاری رہا، اور انھوں نے ہندستان میں مستقل سکونت اختیار کرلی، ان کے بعد ان کی نسل میں علم وفن۔ درس وتدریس اور تالیف وتصنیف کا سلسلہ برابر قائم رہا، اور ایک ایک خاندان میں اتنے علماء پیدا ہوئے جس کی نظیر کسی اسلامی ملک کے ایک خاندان میں شکل سے ملی گی، اس کی مثال فرنگی محل اور شاہ ولی اللہ کا خاندان ہے۔

ان میں اس پایہ کے علماء پیدا ہوئے جن کی عظمت اسلامی دنیا میں بھی مسلّم تھی دینی علوم میں خصوصیت کے ساتھ ان کے بڑے کارنامے ہیں، انھوں نے اپنے بعد بہت بڑا علمی ذخیرہ یادگار چھوڑا، جو قدر وقیمت میں اسلامی دنیا کے ذخیروں سے کم نہیں۔ ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں، اس لیئے ہر فن کے کچھ نامور علماء کے صرف نام پیش کیئے جاتے ہیں۔

امام حسن صغانی لاہوری، ملا محمد بن طاہر پٹنی، شیخ علی متقی برہان پوری، شیخ وجیہ الدین گجراتی، شیخ عبداللہ تلبنی، شیخ علاء الدین مہائمی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ ان کے صاحبزادے نورالحق قاضی عبدالمقتدر دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، شیخ شرف الدین یحیٰ منیری، ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی، ملا محمود جونپوری، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، مفتی عبدالسلام لاہوری، ملا نظام الدین اور ان کا خاندان، شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، ان دونوں خاندانوں کے کارنامے اظہر من الشمس ہیں، ملا نظام الدین کا درس نظامی ابتک ہندستان کے عربی مدارس میں جاری ہے، سعد بن مسعود سلمان، امیر خسرو، شیخ فتح اللہ شیرازی، میر عبدالجلیل بلگرامی، غلام علی آزاد بلگرامی، علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی، ابوالفضل، ملا عبدالقادر بدایونی، شیخ عبدالنبی، شیخ محمد علی تھانوی، علامہ تفضل حسین، لطف اللہ وغیر اللہ مہندس وغیرہ۔ ان کے خدمات سے علم وفن کا کوئی گوشہ خالی نہ تھا۔

یہ موسم بہار کا منظر تھا، موسم خزاں کی بہار آفرینی بھی کچھ کم نہیں ہے۔ اس دور میں مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی، نواب صدیق حسن خاں، مولانا مملوک العلی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا فضل حق خیرآبادی سرسید احمد خاں، مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا صہبائی، مولانا شبلی، مولانا سید عبدالحیٔ سابق ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا محمود الحسن ٹونکی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا سید سلیمان ندوی جیسی شخصیتیں پیدا ہوئیں، جن کی تصانیف نے مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور تمدنی تاریخ کو زندہ کر دیا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں سید امیر علی، سید علی بلگرامی، خواجہ کمال الدین، پرنسپل محمد شفیع مرحوم، پروفیسر محمود شیرانی، پروفیسر نواب علی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ اور یہ سلسلہ بحمداللہ اب بھی قائم ہے بلکہ اس میں بعض حیثیتوں سے اضافہ ہو گیا ہے، اور انھوں نے اسلامیات کے مختلف پہلوؤں پر انگریزی میں بھی محققانہ کتابیں لکھیں۔

اس سلسلہ میں سر اقبال مرحوم کا نام نہ لینا بڑی بے انصافی ہے۔ گو اصلاحی معنوں میں اسلامی علوم پر انھوں نے کوئی تحقیقی کام نہیں کیا، لیکن اسلامی تعلیمات کی حکیمانہ تعبیر اور ہندستانی مسلمانوں میں اسلامی روح پیدا کرنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت زندہ رکھنے میں ان کی شاعری کا بڑا حصہ ہے، یہ سینکڑوں ناموں میں سے چند نام ہیں۔

ہندستان کے علمی اداروں نے بھی اسلامی علوم کی بڑی خدمت انجام دی، ان میں سب سے قدیم ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ہے، جس نے مختلف فنون کی عربی اور فارسی کی بڑی اہم کتابیں شایع کیں۔ موجودہ اداروں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سب سے زیادہ خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس نے قدما کی ہر علم و فن کی سیکڑوں نادر و نایاب کتابیں شایع کیں، اسکے خدمات اسلامی ملکوں کے کسی علمی ادارہ سے کم نہیں ہیں۔ ائمہ احناف اور فقہ حنفی کی قدیم اہم کتابوں کی اشاعت احیاء المعارف نعمانیہ حیدرآباد کا کارنامہ ہے، مجلس علمی ڈابھیل بھی اس سلسلہ میں مفید کام کر رہی ہے،

اس سلسلہ میں نولکشور پریس کا نام لینا بھی ضروری ہے، اس نے تنہا اسلامی علوم وفنون کی اتنی کتابیں شایع کیں جس کی مثال ہندستان کیا اسلامی ملک میں بھی نہیں مل سکتی، گو اس کی مطبوعات صحت اور طباعت کے لحاظ سے ناقص ہیں لیکن یہ اس کا بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے اس ذخیرہ کو چھاپ کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا، کلکتہ، دلی اور لکھنؤ وغیرہ کے اور مطابع نے بھی بہت سی کتابیں شایع کیں، اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، بمبئی کے عربی کتابوں کے تاجر بھی اپنے صرف سے اہم کتابیں چھپواتے رہتے ہیں۔ دارالمصنفین نے اپنی پچاس سالہ زندگی میں جو بڑی بھلی خدمت انجام دی ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں، اس نے اردو کے علاوہ عربی کی چند اہم کتابیں بھی شایع کیں، ابو مسلم اصفہانی معتزلی کی تفسیر اب ناپید ہے، امام رازی نے تفسیر کبیر میں جا بجا اس کے جو اقتباسات نقل کیے ہیں، ان کو جمع کر کے شایع کیا، مولانا عبدالعزیز میمن کی فاضلانہ تصنیف ابو العلاء وما الیہ، امام سیوطی کا رسالہ عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدۃ عائشۃ علی الصحابہ، عمر خیام کے فلسفیانہ رسالے، سیرِ عائشہؓ اور سوانح عمر خیام کے ساتھ شایع کیے، ہمارے ہم ردیف وہم قافیہ ندوۃ المصنفین کے خدمات سے آپ حضرات واقف ہیں۔

اس سلسلہ میں مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام دارالعلوم ندوۃ العلماء کا بھی ذکر ضروری ہے، گو اس کی عمر چند سال سے زیادہ نہیں ہے لیکن اس مختصر مدت میں اس نے اردو، عربی اور انگریزی میں متعدد مفید کتابیں شائع کیں، بہار عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں بھی مفید کام ہو رہا ہے۔

اس اجلاس کے محترم صدر جناب حکیم عبدالحمید صاحب جن کا قدم ہر اچھے کام میں آگے رہتا ہے۔ اسلامیات کی تحقیقات کا ایک ادارہ قائم کیا ہے۔ اس مختصر جائزہ سے اندازہ ہوگا کہ اسلامی علوم کی خدمت میں ہندستان کے مسلمانوں کا کتنا بڑا حصہ ہے، موجودہ دور

میں ان کاموں کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے ۔ اور ابھی بہت سے کام اہل علم کی توجہ کے محتاج ہیں ۔

ان میں سب سے مقدم ان اہم کتابوں کی اشاعت ہے جو اب تک نہیں چھپ سکی ہیں ۔ مولانا محمد ہاشم ندوی کا اہل علم کو شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انھوں نے مختلف علوم کی ان اہم اور نادر کتابوں کی جن کے قلمی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں، مکمل فہرست تذکرۃ النوادر کے نام سے مرتب کر کے شائع کر دی ہے ۔

(۲) دور جدید نے جو سیاسی ، اقتصادی اور معاشرتی مسائل پیدا کر دیئے ہیں، اسلامی نقطۂ نظر سے اس کا حل پیش کرنے کی ضرورت ہے ، جامعہ عثمانیہ مرحوم کے شعبۂ دینیات نے اس کے بعض پہلوؤں پر تحقیقی مقالے لکھوائے تھے، ان میں سے بعض شائع بھی ہو چکے ہیں مگر

ع :- آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

جماعت اسلامی نے بھی بعض مختصر کتابیں شایع کی ہیں، کچھ متفرق مضامین بھی لکھے گئے لیکن ابھی اس پر کوئی مستقل کام نہیں ہوا ہے ۔ اور یہ مسائل اہل علم کی توجہ کے محتاج ہیں ۔ مسلم یونیورسٹی کے اسلامیات اور دینیات کے شعبوں کو اس میں جامعہ عثمانیہ کی قائم مقامی کرنی چاہیئے ۔

(۳) ہندستان اسلامی اخلاق و روحانیت کا صحیح نمونہ صوفیائے کرام نے پیش کیا ۔ اگر علماء نے اسلام کے جسم کو قائم رکھا تو صوفیائے کرام نے جن میں وہ علماء بھی شامل ہیں جو شریعت و طریقت کے جامع تھے ، اس کی روح کو زندہ رکھا ۔ ان ہی کی بدولت ہندستان میں اسلام کی اشاعت ہوئی ۔ وہ

ع :- در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق

کا نمونہ تھے ، ایک طرف ان کا قدم جادۂ شریعت سے باہر نہیں نکلا ، دوسری طرف ان کے اخلاق و

پیامِ محبت میں اس قدر کشش تھی کہ بلا امتیاز مذہب و ملت سب کے سر عقیدت ان کے سامنے جھکتے تھے، اور آج بھی ان کے آستانوں پر غم ہوتے ہیں۔ اور آج بھی ان کے حالات سے بڑا سبق حاصل ہو سکتا ہے لیکن یہ حالات کشف و کرامات کے حجاب میں گم ہیں، اس لئے ان کے صحیح حالات اور ان کی زندگی کے اخلاق اور روحانی پہلوؤں کو پیش کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ اور موجودہ ہندستان میں یہ ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے، پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس سلسلہ میں کئی مفید کتابیں لکھی ہیں، مولانا ابوالحسن علی ندوی نے تاریخ دعوت و عزیمت میں بعض اکابر صوفیہ کے حالات تحریر کئے ہیں۔ ہمارے رفیق کار سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی بزم صوفیہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، لیکن اس سلسلہ کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

مستشرقین کی خدمات:

آخر میں مستشرقین کے متعلق بھی کچھ کہنا ضروری ہے، ان کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا ناسپاسی ہوگی، انھوں نے اسلامی علوم و فنون کی بڑی خدمت کی ہے جو خود مسلمانوں سے بھی نہ ہو سکی، انھوں نے مختلف علوم و فنون کی سیکڑوں نادر و نایاب کتابیں جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں اور جن کے نام صرف کتابوں میں ملتے تھے، تلاش کر کے بڑی محنت سے تحقیق اور تصحیح و تحشیہ کے پورے اہتمام کے ساتھ شایع کیں۔

تاریخ میں تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، مروج الذہب اور کتاب التنبیہ والاشراف مسعودی تاریخ یعقوبی ابن واضح کاتب عباسی، اخبار الطوال ابوحنیفہ دینوری، کتاب البداء والتاریخ ابو زید بلخی، غرر اخبار الملوک الفرس ثعالبی، تاریخ ملوک الارض حمزہ اصفہانی وغیرہ، سفرناموں میں سفرنامۂ ابن جبیر، سفرنامۂ سلیمان تاجر اور سفرنامہ بزرگ بن شہریار وغیرہ

جغرافیہ میں کتاب البلدان یعقوبی، کتاب البلدان ابن فقیہ ہمدانی، اخلاق النفیسہ ابن رستہ المسالک والممالک ابن خردادبہ، احسن التقاسیم بشاری مقدسی، مسالک الابصار ابن فضل اللہ عمری

نزہتہ المشتاق ادریسی، تقویم البلدان ابوالفداء، نزہتہ القلوب حمداللہ مستوفی وغیرہ۔

طبقات وتراجم میں طبقات ابن سعد کی ضخیم مجلدات معجم الادباء یاقوت حموی، تحفۃ الامراء باخبار الوزراء ہلال بن محسن صابی، کتاب الوزراء محمد بن عبدوس جہشیاری، کتاب الولاۃ والقضاۃ کندی، طبقات الشعراء ابن قتیبہ، کتاب الانساب سمعانی، انساب الاشراف بلاذری وغیرہ۔

تاریخ علوم میں کتاب الہند بیرونی، طبقات الامم صاعد اندلسی، فہرست ابن ندیم وغیرہ۔

مستشرقین نے عربوں کی مطبوعہ کتابوں کی ضخیم فہرستیں بھی مرتب کیں، اور آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا انڈکس مرتب کیا، جس سے ان کی تلاش میں بڑی سہولت ہوگئی، اور دیگر علوم کی سیکڑوں کتابیں شایع کیں، ان سب کا استقصا مقصود نہیں، مثلاً مختلف فنون کی چند کتابوں کے نام لکھ دیے گئے، ان میں سے بہت سی کتابیں اب مصر وغیرہ میں چھپ گئی ہیں لیکن اولیت کا سہرا مستشرقین کے سر ہے،

اس کے علاوہ یورپ کے کتب خانوں کے عربی وفارسی نوادر کی مکمل فہرستیں مرتب کیں جن سے وہاں کا پورا علمی ذخیرہ نگاہ کے سامنے آجاتا ہے۔ مسلمانوں کے علوم اور ان کی تہذیب وثقافت پر بہت سی کتابیں لکھیں، ان کے ان خدمات سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ بعض مستشرقین نے مختلف تاریخی، سیاسی اور مذہبی اسباب کی بنا پر مذہب اسلام اور اسلامی تہذیب وثقافت کی بڑی غلط تصویر پیش کی۔ انگریزوں نے اپنے سیاسی مصالح کی بنا پر اسلامی ہند کی تاریخ کو جس طرح بگاڑا اس سے ہم سب واقف ہیں۔ بعض ہندستانی اہل قلم نے جن کا ذہن مسلمانوں کی طرف صاف نہ تھا، مستشرقین کی تقلید کی، جس سے ملک کو بڑا نقصان پہونچ رہا ہے۔ ہندستان کی آزادی سے پہلے بعض ہندو مورخین نے بہت اچھی تاریخیں لکھیں۔ لیکن سنہ ۱۹۴۷ء کے

بعد مسلمانوں کے خلاف زہریلی کتابوں کا ایک مستقل سلسلہ شروع ہوگیا جس سے نصاب کی کتابیں بھی محفوظ نہیں۔ اس سے تنہا مسلمانوں کو نہیں بلکہ پورے ملک کو نقصان پہونچ رہا ہے، اس لئے نہ صرف علمی وتحقیقی بلکہ قومی وملکی مفاد کے نقطۂ نظر سے بھی ان غلط فہمیوں کے ازالہ اور تعمیری نقطۂ نظر سے صحیح تاریخیں لکھنے کی ضرورت ہے۔

علامہ شبلی نے مدتوں پہلے ان تمام ضرورتوں کو محسوس کر لیا تھا اور اس سلسلہ میں بڑے اہم مضامین لکھے اور اپنی تصنیفوں میں بھی اس کا لحاظ رکھا۔ ان کی سب سے اہم تصنیف سیرۃ النبی کی تالیف کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی محققانہ سیرت لکھی جائے جس میں مستشرقین کے اعتراضات کا جواب بھی آجائے۔ اس لئے دار المصنفین نے شروع ہی سے اس مقصد کو پیش نظر رکھا۔ اور اس کی بیشتر تصنیفات کا مرکزی نقطہ یہی ہوتا ہے "خطبات مدراس" اور "عرب وہند کے تعلقات" اس سلسلہ کی اہم کتابیں ہیں۔ اسی نقطۂ نظر سے دار المصنفین نے تاریخ ہند کا ایک مستقل سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس سلسلہ میں "ہندستان کے عہد وسطی کی ایک ایک جھلک" "عہد مغلیہ ہندو مورخین کی نظر میں" اور "ہندستان عربوں کی نظر میں" زیادہ اہم ہیں۔ مذہبی غلط فہمیوں کا ازالہ کے لئے "دین رحمت" لکھی گئی۔

اس سے انکار نہیں کہ اسلامی علوم وفنون کی خالص علمی تحقیق بھی ایک بڑی علمی خدمت اور مسلمانوں کا پرانا ورثہ ہے، اس لئے اس کو جاری رہنا چاہئیے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ ہر زمانہ کے مسلمان فضلا ر واہل علم نے خواہ ان کا تعلق کسی علم وفن سے رہا ہو، دین کی خدمت کو مقدم رکھا۔ اور اپنے علم کو اس کی نصرت وحمایت میں صرف کیا، تمام اسلامی علوم دینی ضرورت ہی سے پیدا ہوئے۔ اور مسلمان حکماء وفلاسفہ نے عقلی علوم سے بھی دین کی حمایت کا کام لیا۔ جس سے اصحاب علم واقف ہیں، اور اس زمانہ کے حالات میں پہلے سے بھی زیادہ اسکی

ضرورت ہے۔ اس لئے آج بھی اسلامی علوم کی خدمت میں مسلمان اصحابِ علم کا مرکزی نقطۂ نظر یہی ہونا چاہئے۔ اس کے بغیر اس میں جان نہیں پیدا ہو سکتی،

چمن میں تربیتِ غنچہ ہو نہیں سکتی
نہیں ہے قطرۂ شبنم اگر شریکِ نسیم
وہ علم کم بصری جس میں ہم کنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم

یہ چند موٹی موٹی باتیں جو ذہن میں تھیں، پیش کر دی گئیں، اس میں جو کمی رہ گئی ہوگی وہ امید ہے کہ فاضل صدر کے خطبۂ صدارت سے پوری ہو جائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رحمۃ للعالمینؐ کی تنبیہ:-

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ الی قصعتھا۔

وہ وقت آنے والا ہے کہ عنقریب قومیں مسلمان قوم کو اس طرح کھائیں گی جس طرح کھانے والے رکابی پر کھانا کھاجاتے ہیں۔

یہ سنکر ایک صحابی نے ازراہِ تعجب آپ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ کیا مسلمانوں کا یہ حال ان کی کمی کی وجہ سے ہوگا؟

آپ نے فرمایا:- بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المھابۃ منکم ولیقذفن اللہ فی قلوبکم الوھن۔

نہیں بلکہ مسلمان اس وقت بہت زیادہ ہوں گے لیکن دین کی بے مائیگی کی وجہ سے سیلاب کے خس و خاشاک سے زیادہ ان کی حیثیت نہ ہوگی، دشمنوں کے دل سے ان کا خوف نکل جائیگا اور خود ان کے دل میں "وھن" گھس جائے گا۔ ٢٢

حاجیوں کی باتیں

محی الدین منیری

جب یہ پرچہ آپ کے ہاتھ ملیگا۔ اللہ کے لاکھوں بندے چاردانگ عالم سے سمندروں کو چیرتے ہوئے، ہواؤں پراڑتے، پیدل اور سوار اللہ کے حرم کے اردگرد فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے جمع ہیں۔ یہ پاکیزہ مجمع اپنے معبودِ حقیقی خدائے واحد کی تسبیح اور تحمید کرتا ہے اور اس کی کبریائی بیان کرتے ہوئے لذت محسوس کرتا ہے۔ حاجیوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لباس اور ایک ترانہ دیا ہے۔ جو حاجیوں کو مست کئے ہوئے ہے۔ ترانہ کی لذت اور لباس کی محویت تو حاجی احرام باندھنے کے بعد ہی محسوس کر سکتا ہے۔ اس کی کیفیت تو احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

حاجی نے زندگی بھر اپنی مرضی سے لباس پہنا۔ جس شان سے چاہا اپنی زندگی اپنی زندگی بسر کی۔ مگر رب تعالیٰ نے اپنے گھر کی حاضری کے لئے بلایا تو حکم ہوتا ہے کہ خبردار! ہمارے دربار کی حاضری کے کچھ آداب ہیں۔ سمندروں کو پار کرتے ہوئے آؤ یا ہواؤں میں اترتے ہوئے پیدل آنا نصیب ہو یا سواری سے مگر حدودِ حرم اور میقات سے گزرنے سے پہلے اپنے مصنوعی شان و شوکت کے کپڑے اتار دو، زیب و زینت چھوڑ دو۔ ہم نے تم کو بلایا ہے۔ نفس کی پرستی خواہشات کے تقاضوں کو چھوڑ دو، ایک سفید چادر اوڑھ لو اور ایک سفید چادر باندھ لو آج بیت اللہ حاضری کے لئے ہے۔ عرفات کی حاضری کے لئے چادر اوڑھنے اور باندھنے کا تم کو مکلف بنایا ہے۔ بیت اللہ کی حاضری کا بلاوا تو عارضی ہے۔ حج کرکے واپس اپنے گھر لوٹنے کی امید بھی رکھتے ہو۔ مگر یاد کرو جب تمہاری زندگی کا جام لبریز ہو جائے گا موت کا مزہ چکھ کر جب ہمیشہ کے لئے ہمارے پاس آؤ گے تو تمہارے وارث اور اقربا ایسا ہی لباس

فیضیاب ہونے کے دن ہیں۔ اپنے گناہوں کو دھوکر اپنے مالک و آقا سے معافی نامہ حاصل کرنے کے دن ہیں۔ اپنے گناہوں کو یاد کرکے رونے اور آخرت کا عذاب یاد کرکے خوف و دہشت پیدا کرنے کے دن ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر غلامان رسول کی فہرست میں اپنے کو درج کرانے کے دن ہیں۔ آہ و زاری اور خشوع وخضوع اور گریہ و بکا کرکے ندامت کے آنسو سے اپنی گذشتہ زندگی کے گناہوں کو دھونے کے دن ہیں۔ وہ بڑا ہی بدنصیب ہے۔ جو ان مقدس ایام میں بھی محروم القسمت رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فریضہ حج کے مناسک ادا کرکے جنت کا مستحق اور خدا کی رحمتوں اور برکتوں سے مالامال ہونے کا وقت پھر مشکل ہی سے آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ حج کے فریضہ کو ادا کیا تو اس کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے جیسے اس کی ماں نے ابھی جنا ہے وہ بدنصیب کون ہوگا جو اتنی بشارتوں کے بعد بھی اپنا حج بے پروائی سے ادا کرے، کاش جانے والا حاجی اس حقیقت کو جان لیتا۔

اور جن کو اللہ تعالیٰ حج کا موقع نہیں دیتا۔ اور اپنے اپنے گھروں میں ہیں ان کے لئے بھی یہ ایام بڑی عظمت والے ہیں۔ ذی الحجہ کے دس دن رمضان شریف کے بعد امت مسلمہ کے لئے سب سے زیادہ برکت والے ہیں۔ عبادتوں اور دعاؤں سے ان دنوں میں اللہ کی قربت حاصل کی جاسکتی ہے۔ کاش! مسلمان اس حقیقت کو سمجھ کر زندگی کے ان قیمتی لمحات کو سمجھ کر اپنے کو راضی کرنے کی کوشش کرتا۔

ہندستانی حجاج امسال ہندستان سے گیارہ جہازوں میں چودہ ہزار حجاج گئے اور اب سات ہوائی جہازوں میں ایک ہزار حاجی گئے۔ اس طرح کل پندرہ ہزار

پہنا کر تمہیں رخصت کریں گے۔ آج یہ احرام کا منظر تمہارے سامنے ہے۔ کل کی کسمپرسی کا منظر یاد کرو اور اپنے آپ کو اس سفر کے لئے تیار کرو۔ فکر کرنے والوں کے لئے احرام کی دو چادریں کس قدر عبرتناک منظر پیش کرتی ہیں۔

حج اور عمرہ کے لئے احرام میں ملبوس ہوتے ہی حکم ہے کہ احرام کی نیت سے دوگانہ ادا کرو نیت کر کے اپنے آپکو پابند کر لو۔ ادھر حاجی نے نیت باندھ لیا ادھر بے اختیار زبان سے نکلا لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ۔ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

یعنی اے اللہ میں تیرے دربار میں تیرے حکم سے حاضر ہوں۔ اے مالک تیرے حکم سے احرام کی چادروں کو اوڑھا اور پہنا ہے میرے سامنے اپنی گذشتہ زندگی کے گناہوں کا انبار ہے۔ اے اللہ تو مجھے معاف کر دے۔ میں تیری توحید کی گواہی دیتا ہوں۔ حاضر ہوں۔ اے اللہ اور تیری حمد بیان کرتا ہوں۔ ساری نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں۔ اس کائنات کا مالک تو ہی ہے۔ اور ہر جگہ تیری ہی پادشاہی ہے۔ زندگی میں اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے تیری توحید کے اقرار میں کمی رہ گئی ہو مگر اے مالک آج سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ تیرا کوئی ساجھی اور شریک نہیں تو ایک اکیلا ہے۔ اور ساری کائنات تیرا ہی جلوہ ہے۔

کچھ نہ پوچھئے کہ احرام کی چادروں اور تلبیہ کے مسنونہ الفاظ میں حاجی کیا لذت محسوس کرتا ہے کتنے اللہ کے بندے احرام باندھ کر تلبیہ کے الفاظ پڑھتے پڑھتے کے غش کھا جاتے ہیں۔ کتنوں نے اس کیفیت کی قوت برداشت نہ ہونے کی وجہ سے لبیک پڑھتے ہی اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ یہ زندگی بھر کا ایک یادگار ہے۔ جس کو نصیب ہو جائے وہ بڑا ہی خوش قسمت ہے۔

حج کے ایام حج کے ایام کا ایک ایک لمحہ سال کے دوسرے دنوں پر بھاری ہے یہ توبہ و استغفار کے دن ہیں۔ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے

حاجیوں کی حاضری ہوتی ہے۔ تقریباً بیس ہزار حجاج ٹکٹ کے لئے درخواست دے کر مایوس ہوئے ہیں۔ جن لوگوں کے فارم واپس ہو گئے ہیں آخری جہاز کے وقت کچھ امید لے کر بمبئی پہنچ گئے تھے۔ اگرچہ کہ حج کمیٹی نے بچی ہوئی سیٹوں میں کچھ ضعیفوں کو بھیج دیا۔ مگر بہت سے ناکام اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ ان کی اپنے گھروں کو واپسی کا منظر دیکھ کر بار بار یہ خیال آتا تھا کہ یہ بے چارے اپنے گھروں سے بمبئی نہ آتے تو اچھا تھا۔ جب ایک نظام کے تحت کام ہو رہا ہے تو بمبئی آ کر اپنے آپ کو تکلیفوں میں ڈالنا اچھی بات نہیں ہے۔

سفرِ آخرت امسال موسم حج میں تین خوش نصیب عازمین حج نے عین غربت میں سفر آخرت اختیار کیا۔ ان کی موت مسافر خانہ میں ہوئی اور سینکڑوں حاجیوں نے نماز جنازہ پڑھ کر اپنے ہم سفر کو دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کہا ہے کہ جس نے اللہ کے راستے میں اپنی جان دے دی اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ گھر دوار سے دور سفر حج میں موت اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے ایک حاجی نے تو مسافر خانہ میں عین حالت سجدہ میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی ایک مسافر حرم بمبئی میں ناگہانی حادثہ کا شکار ہوئے۔ اللہ ان سب کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ موت تو یقینی چیز ہے اور اپنے وقت پر آئیگی۔ مگر سفر حج میں منیٰ اور عرفات کی موت تو بڑی قابل رشک ہوتی ہے کہ اسطرح مرنے والے کے نامۂ اعمال میں ہر سال حج لکھا جاتا رہے گا۔ ایک حدیث میں تو حالت احرام میں مرنے والوں کے لئے بتایا گیا ہے کہ جب محشر کے روز ان کو اٹھایا جائے گا تو ان کی زبان پر لبیک کی پر کیف صدائیں ہوں گی۔ اور ان کا جسم معطر ہوگا۔

ذوق تکبیر نہ جائے گا کفن پوشوں سے
گوشۂ قبر بھی حشر کا بازار رہی

حج ڈائرکٹری

عبید پبلکیشن کی طرف سے ایک سرکلر لیٹر ہماری نظر سے گزرا جو غالباً ہوائی جہاز سے سفر کرنے والے ہر حاجی کے پاس پہنچا ہے اس خط میں کہا گیا ہے کہ ہوائی جہاز سے جانے والے حجاج ایک دوسرے سے متعارف نہیں ہوتے۔ اس لئے ایک ڈائرکٹری تیار کی جائے گی جس میں ان حاجیوں کے مختصر تعارف کے ساتھ ان کے فوٹو شائع کئے جائیں گے۔ اور اس کام کے لئے ہر حاجی سے پچاس روپے طلب کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ بعض حاجیوں نے اس خط کو دیکھ کر عبید پبلکیشن کو رقم بھی بھیج دی ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طرح کی کیا ضرورت پیش آتی ہے۔ حج کے راستے میں ہر نئے دن اسطرح کے نئے شگوفے کھلتے ہیں۔ گزشتہ پرچہ ہم نے لکھا تھا کہ ایک صاحب نے چندہ جمع کر کے ہماری کتاب چھاپی ہے۔ ان کو خط بھیجا تو خط واپس آگیا کہ اس پتہ پر اس طرح کا کوئی حاجی نہیں ہے۔

حج ڈائرکٹری کے لئے ایک ہزار حاجیوں سے پچاس پچاس روپے وصول کرنے کے معنی یہ ہیں پچاس ہزار روپے جمع کرنے کا پروگرام ہے۔ اس طرح ایک کثیر رقم جمع کر کے ہم نہیں سمجھتے کہ حاجیوں کو کوئی فائدہ پہنچایا جاسکے گا۔ حج کمیٹی حاجیوں کا پورا انتظام کرتی ہے۔ اور جہاں تک رہبری اور اعانت کا سوال ہے بمبئی میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

فوٹو اسلام میں حرام ہے اور حج کے راستے میں پاسپورٹ کے لئے بدرجہ مجبوری فوٹو لیا جاتا ہے۔ اسلام کا ایک عظیم فریضہ ادا کرنے والوں کے لئے کسی نہج پر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ حج ڈائرکٹری میں ان کے فوٹو شائع کر کے حاجی کے حج کو شہرت دی جائے۔۔ یہ بات شعائر اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے حج کے لئے معمولی رقم کافی ہوجاتی ہے۔ آج سفر حج کا ارادہ

کرتے ہی اخراجات کا ایک بڑا بوجھ سامنے آجاتا ہے۔ اس پر مزید حاجی کی شہرت اور فوٹو کی اشاعت کے نام پر پچاس روپے وصول کیے جائیں یہ کسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔

سفارش کے طور پر جن حضرات کے نام اس خط میں دیئے گئے ہیں۔ ان کو بھی اس مسئلے پر سوچنا چاہیئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حج کے ذمہ داروں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی۔ حج کمیٹی سرکاری انجمن ہے۔ اس مسئلہ میں وہی حاجیوں کی صحیح رہنمائی کرسکتی ہے۔

شکریہ

حج کا موسم ختم ہوا۔ آخری جہاز یکم فروری اور آخری ہوائی جہاز ۹ فروری کو روانہ ہوا۔ حاجیوں کا جب سفر ختم ہوتا ہے تو بمبئی میں ایک ہما ہمی ہوتی ہے حج کمیٹی، خدام النبیؐ اور مختلف انجمنوں کے نمائندے عازمین حج کی اعانت کے لئے اپنا وقت لگاتے ہیں۔ مغل لائن مسافر خانہ حج ویزا آفس پورٹ ہیلتھ ڈپارٹمنٹ، کسٹم، پولیس وغیرہ اپنے اپنے حلقہ میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ چونکہ حاجیوں کو ہندستان سے باہر جانا پڑتا ہے اس لئے پاسپورٹ کے لوازمات اور سفر کی تیاریوں میں معاونت کی ضرورت پڑتی ہے۔

یہ کام کسی ایک انجمن یا فرد کا نہیں ہے۔ جب تک تمام متعلقہ حلقے تعاون سے کام نہ کریں۔ اس کام کا سہولت سے انجام پانا بہت مشکل ہے بہرحال یہ موسم خیر خوبی کے ساتھ انجام پاگیا۔ اور سب نے بڑی تعاون اور ہمدردی سے کام کیا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ جنھوں نے بھی مسافران حرم کے سفر میں سہولت

بہم پہنچائی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

انجمن خدام النبی نے حسب سابق حاجیوں کی رہبری کے "تسہیل حج" "ایام حج" "مناسک حج" کے بعد آسان حج" ہزاروں کتابیں چھپا کر حاجیوں میں فری تقسیم کیا۔ موسم حج میں اس کا دفتر دن اور رات کھلا رہتا تھا۔ مسافرخانہ میں ہر وقت لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ حاجیوں کو ہدایت دینے کا کام اور ہر وقت حاجیوں کو صحیح مشورہ دینا۔ بندرگاہ پر حاجیوں کو پانی پلانا اور اسطرح کے بہت سے کام اس ادارہ سے متعلق ہیں۔ الحمد اللہ اس کے کارکنوں نے اس موسم میں حسب سابق بڑی تندہی سے کام کیا۔ اللہ ہی اس کا اجر دینے والا ہے۔

حاجیوں کی واپسی حج کے بعد حاجیوں کی واپسی شروع ہوجائے گی اور ۲۷ رفروری ۸۰ء کو پہلا قافلہ بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی پہنچ جائے گا اور ۲۸ رفروری کو دو ہوائی جہاز ۳ رمارچ کو ایک ہوائی جہاز ۷ رمارچ کو اور ۱۴ رمارچ کو ایک ہوائی جہاز جدہ سے بمبئی پہنچیں گے۔ اس طرح ۱۴ مارچ تک ہوائی جہاز سے گئے ہوئے حجاج بمبئی واپس آجائیں گے۔ بحری جہازوں کی واپسی کا پروگرام درج ذیل ہے۔

	نام جہاز	جدہ سے روانگی	بمبئی پہنچنے کی تاریخ
۱	محمدی	۲۲ رفروری	۴ رمارچ ۸۰ء
۲	مظفری	۲۴ "	۴ " "
۳	سعودی	۲۶ "	۷ مارچ ۸۰ء
۴	محمدی	۱۲ "	۲۰ مارچ "
۵	مظفری	۱۴ "	۲۲ "
۶	سعودی	۱۹ "	۲۸ "

	نام جہاز	جدہ سے روانگی	بمبئی پہنچنے کی تاریخ
۷	محمدی	۳۰ مارچ	۷ر اپریل سنہ ۷ء
۸	مظفری	یکم اپریل	۹ر اپریل سنہ ۷ء
۹	سُعودی	۹ر اپریل	۱۸ر اپریل سنہ ۷ء
۱۰	محمدی	۱۷ر اپریل	۲۵ر اپریل سنہ ۷ء
۱۱	مظفری	۱۹ر اپریل	۲۷ اپریل سنہ ۷ء

حاجیوں کی واپسی سلسلہ وار ہوتی ہے یعنی جس نمبر کے جہاز سے حاجی جاتا ہے اسی نمبر کے جہاز میں واپسی ہوتی ہے ہندستانی سفارت خانہ اس ترتیب سے حاجیوں کی واپسی کا انتظام کرتا ہے

خانوادۂ علمائے رسول پور

از قاضی اطہر مبارکپوری

(۲)

مولانا احمد حسین صاحب رح :- جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا حکیم حاجی احمد حسین بن شیخ باب اللہ بن شیخ جمن بن شیخ پہاڑ بن شیخ کیمدو رسول پوری

متوفی ۲۶ ر رجب سنہ ۱۳۵۱ھ رحمۃ اللہ علیہ اس خانوادہ کے ثانی اثنین اور رسول پور کے دوسرے علمی سلسلہ کے بانی اور راقم کے جد مادری ہیں، سنہ ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے، اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر سرایاں میں حضرت حافظ نظام الدین بن شیخ عبد الوہاب صاحب کی خدمت میں پہونچے جن کی ذات اس وقت اپنے فضل و کمال کی وجہ سے مرجع بنی ہوئی تھی ان سے فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، حافظ صاحب مرحوم سے علمی رشتہ نے بعد میں مصاہرت کی شکل اختیار کر لی، اور ان کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی، پھر یہاں سے مدرسہ چشمۂ رحمت غازیپور گئے، جہاں اپنے برادر بزرگ مولانا عبد العلیم صاحب سے نور الانوار، اور میبذی وغیرہ اور مولانا محمد فاروق صاحب چریاکوٹی سے شافیہ، قطبی، تلخیص المفتاح اور سبعہ معلقہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، اس زمانہ میں دیار مشرق میں مدرسہ چشمۂ رحمت کے بعد دوسرا علمی مرکز مدرسہ حنفیہ جونپور تھا جو استاذ المتاخرین مولانا ہدایت اللہ

خانصاحب رام پوریؒ کی وجہ سے مرجع بنا ہوا تھا اور علامہ شبلی نعمانی جیسے فضلاء ان کے خوشہ چینوں میں سے تھے، آپ نے ۱۳۰۹ھ سے ۱۳۱۱ھ تک مدرسہ حنفیہ میں مولانا ہدایت اللہ خانصاحب سے ملاحسن، ملاجلال، میر زاہد رسالہ مع حاشیہ غلام یحییٰ، حاشیہ بحر العلوم اور دیگر علوم فنون کی کتابیں پڑھیں، پھر یہاں سے مدرسہ جامع العلوم کان پور گئے جہاں حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ کے علم وفضل کا شباب سرگرم علم وعمل تھا، آپنے مولانا تھانویؒ سے ہدایہ، جلالین، مشکوٰۃ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھیں اور قرآن وحدیث میں مولانا تھانوی سے خصوصی تلمذ کرکے ان میں مستند ومعتبر علم حاصل کیا اور دینی علوم میں سلسلہ ولی اللّٰہی سے منسلک ہوئے،

اس کے بعد مدرسہ عالیہ رامپور گئے جو نواب کلب علی خان اور نواب حامد علی کی علمی قدردانی کی وجہ سے علمائے خیرآباد کے معقولات کا مرکز اور دیگر مشہور اساتذۂ فن کا گہوارہ تھا، آپ نے یہاں مولانا عبد الحق صاحب خیرآبادیؒ، مولانا ظہور الحسن صاحب فاروقی رام پوریؒ اور مولانا حافظ وزیر علی صاحب محدث رام پوری سے بقیہ کتابیں پڑھیں، اور مولانا شیخ محمد طیب عرب مکیؒ سے پڑھکر عربی ادب اور عربی شعر وشاعری میں یوں کمال پیدا کیا کہ آپ کے زمانہ میں دیارِ مشرق میں عرب کا آپ سے بڑا کوئی شاعر نہیں تھا اور عربی شاعری میں صاحبِ دیوان ہوئے وہیں مولانا حکیم محمد حسین خانصاحب کشمیریؒ سے طب وحکمت کی پوری تعلیم حاصل کی اور ان کے مطب میں مطب باضی کرکے سند حاصل کی، قیام رامپور کے زمانہ میں علم فلکیات کی علمی مہارت حاصل کی اور ایک کرہ بنایا جس میں دوائر صغار وکبار تھے اور اس فن سے متعلق بیش بہا معلومات تھیں، یہ کرہ ابتک محفوظ ہے۔ اسی جگہ مشہور شاعر داغ دہلویؒ کی محفلوں میں طالبانہ حیثیت سے شرکت کا موقع ملا.......

سنہ ۱۳۱۸ھ میں مروجہ علوم کی تحصیل کی بعد کچھ دنوں تک مدرسہ مظہر العلوم بنارس اور

مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں تعلیم دی، پھر ڈھاکہ چلے گئے اور تقریباً اٹھارہ سال تک مشرقی بنگال کے مختلف مدارس میں تعلیم دیتے تھے، ڈھاکہ میں مدرسہ حسینیہ، مدرسہ حمادیہ، مدرسہ دارالعلوم اور مدرسہ اسلامیہ میں مدرسی اور صدر مدرسی کے فرائض انجام دیئے، اسی دوران میں ایک سال مدرسہ عالیہ ہوگلی کے صدر مدرس رہے۔ اور ۱۳۴۲ھ میں حج ادا کیا۔ تعلیمی و تدریسی مشاغل و مصروفیات کے ساتھ طبابت تصنیف و تالیف، مطالعہ و کتب بینی، مسائل کی تحقیق و تنقیح اور اخذ و اقتباس میں پوری زندگی گذاری خطاطی و خوشنویسی کی ہمہ اقسام جلی و خفی، عربی، نستعلیق کے استاذ و ماہر تھے، اپنی کتابوں کی کاپی نویسی خود کرتے تھے، قد لانبا، بدن چھریرا، ناک کھڑی، رنگ گندمی تھا، بڑے چاک و چوبند آدمی تھے، ہر وقت کسی نہ کسی کام میں اپنے کو مصروف رکھتے تھے، پیدل چلنے کے عادی تھے، گھر تشریف لاتے تو لکھنے پڑھنے، مطالعہ کے علاوہ گھریلو کاموں میں مشغول رہا کرتے تھے، اور کسی وقت بے کار نہیں رہتے تھے سادگی، شرافت نفس اور خوش خلقی کا نمونہ تھے۔ غصہ تو دور کی بات ہے زندگی بھر شاید کسی سے کرخت آواز سے بات بھی نہیں کی۔ آپ کا گھر یتیم بچوں اور بچیوں کا مسکن تھا، ان کی پرورش کر کے تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتے اور اپنے بچوں کی طرح ان کی شادی کر کے ان کے ہر قسم کے حقوق کا پورا پورا اہتمام کرتے اور ان کی ہر ضرورت پورے کرتے،

خود حضرت شاہ ضیاء النبی صاحب رائے بریلویؒ سے بیعت تھے، اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ سے بیعت تھیں، زوجین میں سے ایک کو حضرت تھانویؒ سے تلمذ کا شرف تھا اور دوسرے کو بیعت و ارادت کی نسبت حاصل تھی، اس گھرانے کو مولانا تھانویؒ سے تلمذ و بیعت کا یہ اولین شرف اس زمانہ میں حاصل ہوا جب کہ مبارکپور اور اس کے اطراف میں ان کی شخصیت سے کوئی واقفیت نہیں تھی، اس کے مدتوں بعد حضرت تھانویؒ کی یہاں تشریف آوری ہوئی اور کئی لوگ آپ سے مستفیض ہوئے، ایک مرتبہ راقم نے باتوں باتوں میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے

کہا کہ ہم دونوں اس حیثیت سے ایک نسبتِ خاصہ رکھتے ہیں کہ میرے نانا آپ کے نانا سے روحانی واحسانی نسبت رکھتے تھے، یہ سنکر مولانا بہت منشرح و منبسط ہوئے۔ اور اس نسبت کا تذکرہ دیر تک کرتے رہے۔

آپ کا گھر تقریباً پچاس سال تک رسول پور کا واحد مدرسہ تھا، جہاں گاؤں بھر کے لڑکے لڑکیاں پڑھتے تھے، اس مدرسہ کی معلمہ آپ کی زوجہ محترمہ ربیعہ بنت حضرت حافظ نظام الدین سترپانوی تھیں، جو خود ایک علمی اور دینی خاندان کی پروردہ اور تعلیم و تربیت یافتہ تھیں، اور حضرت تھانویؒ سے روحانی نسبت رکھتی تھیں، اس مدرسہ میں قاعدہ، پارہ، قرآن شریف، راہِ نجات، مفتاح الجنۃ، صبح کا ستارا، تعلیم النساء، حکایات الصالحین کے علاوہ کریما۔ اور ماقیماں بھی پڑھائی جاتی تھی، وہ پورے گاؤں میں "ملانی چچی" کے لقب سے مشہور تھیں۔ اور بچوں بچیوں سے لیکر بڑوں بوڑھوں تک کی استاذ تھیں اور سب لوگ اسی لحاظ سے ان کا احترام کرتے تھے۔ ملانی چچی صرف معلمہ ہی نہیں تھیں بلکہ وہ بچوں بچیوں کی بہترین تربیت بھی کیا کرتی تھیں، اور گھریلو زندگی کے تمام اصول و ضوابط کی تعلیم عملی دیا کرتی تھیں، اور لوگوں کے گھریلو جھگڑوں کے فیصلے بھی کیا کرتی تھیں۔ اکثر مقدمات خود ان کے گھر آیا کرتے تھے اور بعض میں وہ خود اٹھکر جایا کرتی تھیں، وہ صرف بات ہی سے سمجھنے سمجھانے کا کام نہیں لیتی تھیں بلکہ ہاتھ اور لات سے بھی معاملات ٹھیک کیا کرتی تھیں ان کی ڈانٹ اور مار سے ہر چھوٹا بڑا ڈرتا تھا، کیونکہ وہ اپنے اس حق کے استعمال میں چھوٹے بڑے کا فرق ہرگز نہیں کرتی تھیں، ان کی دعا میں بڑا اثر تھا اور عام طور سے عورتیں بچے ان کے یہاں دعا کرانے آیا کرتے تھے، بعض اوقات خود بھی دعا کرنے کے لئے چلی جاتی تھیں، صبح تلاوتِ قرآن کے بعد اور رات کو عشاء کے بعد اوراد اور وظائف کا سلسلہ آخر عمر تک باقاعدہ جاری رہا۔ ان کی تعلیم و تربیت کا فیض اہل رسول پور کو بہت زیادہ پہونچا، آج بھی ان کے بڑے بوڑھے شاگرد اپنی

نانی چچی" کو یاد کر کے دو آنسو بہا لیتے ہیں، اور ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں، مرحومہ بڑی
عابدہ و زاہدہ بزرگ تھیں اور ایمانِ عجائزؒ (بوڑھیوں کے ایمان) کی جیتی جاگتی تصویر تھیں،
دنیا سے اس ایمان و یقین پر گئی ہیں کہ ان کے لئے جنت میں گھر پہلے سے تیار ہو گیا ہے،
مرحومہ میری نانی ہیں اور میں نے ان کا دودھ بھی پیا ہے۔ تقریباً اسّی سال کی عمر میں جمعۃ الوداع
۲۷ رمضان ۱۳۷۵ھ کو فوت ہوئیں اور شب قدر میں دفن کی گئیں، اور نانا مرحوم نے ان سے ۱۹ سال
پہلے ۲۶ رجب ۱۳۵۹ھ کو بمرض اسہال وطن میں رہ کر گھر سے دور عظمت گڈھ میں وصال فرمایا
وہاں سے لاکر شب معراج میں آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔

آپ کی مطبوعہ تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) ترجمہ تحفۃ الاحباء فی فضل المدینۃ و مناقب سید الشہداء، اس کتاب کی چوتھائی
فی نفر اہل مدینہ منورہ پر وقف تھی، (۲) القلائد من الفرائد فی شرح الفرائد، علم معانی و بیان میں
محمود جونپوریؒ کی مشہور کتاب الفرائد کی فارسی میں بہترین شرح و حاشیہ، (۳) حاشیہ ملتقی الابحر فقہ حنفی
(۴) حاشیہ قصیدہ بردہ (عربی) (۵) حاشیہ قصیدہ فرزدق (عربی) (۶) سبیل الآخرۃ،
علم برزخ کے حالات میں عبرت آموز اور مفصل کتاب اسکے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں (۷)
تجہیز الاموات، میت کی تجہیز و تکفین پر مختصر اور جامع رسالہ، (۸) مجربات احمدی، آپ کے
خواص الخواص، مجربات و نسخہ جات کا مجموعہ (۹) دیوان احمد، آپ کے عربی اشعار و قصائد کا مجموعہ
(۱۰) التحصیل و التکمیل، یہ تعلیم المتعلم کے طرز پر اردو میں نہایت مفید کتاب ہے،
اور غیر مطبوعہ تصانیف یہ ہیں۔ (۱۱) کتاب الفروق فی اللغۃ (عربی) (۱۲) حاشیہ سلم العلوم
(۱۳) حاشیہ سلم الثبوت (۱۴) حاشیہ میبذی، یہ تینوں حواشی بھی عربی میں ہیں۔ اور نامکمل ہیں، (۱۵)
خطبا المنبریہ من الحکم العلیہ، ان مستقل تصانیف کے علاوہ آپکے تفسیری اقتباسات، طبی نسخہ جات

وبیاضات اور بہت سی متفرق یادداشتیں بھی مختلف علوم وفنون میں ابتک موجود ہیں جن کو اگر ترتیب دیا جائے
تو کئی جلدیں ہو سکتی ہیں۔

یہ خاندان چار افراد پر مشتمل تھا، زوجین، ایک صاحبزادی حمیدہ مرحومہ جو راقم
کی والدہ ماجدہ ہیں اور ایک صاحبزادے مولانا محمد یحیٰ الاعظمی مرحوم جو راقم کے ماموں ہیں۔ والدہ نے
شنبہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ کو انتقال کیا، وہ اس شجرۂ مبارکہ کی اغصان اربعہ کی ایک شاخ
تھیں۔ خاندانی تعلیم وتربیت کی وراثت ان کے حصہ میں آئی تھی، انھوں نے زندگی بھر پڑھنے پڑھانے
کا سلسلہ جاری رکھا تھا، اور مقبولیت میں اپنی والدہ کی طرح تھیں، میری علمی زندگی کا اولین سرمایہ
ان ہی کی دین ہے۔ آخر میں مولانا محمد یحیٰ صاحب اس خاندان کی روایات کے حامل تھے۔ ان کے
انتقال کے بعد اب اس خاندان میں بظاہر کوئی نہیں ہے جو اس سلسلہ کو جاری رکھ سکے۔

مولانا محمد شعیب صاحبؒ :-

جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا مفتی محمد شعیب بن مولانا عبدالعلیم
بن شیخ باب اللہ رسول پوریؒ اپنے والد کے سب سے بڑے لڑکے تھے،
۱۳۰۹ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی، نحو وصرف کی ابتدائی کتابیں پڑھکر چشمۂ رحمت غازی پور
میں داخل ہوئے، جہاں اپنے والد محترم مولانا عبدالعلیم صاحب، مولانا محمد فاروق صاحب چریاکوٹی، مولانا
عبدالاحد صاحب شاد لکھنوی اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے اکثر کتب درسیہ کی تعلیم پائی اس کے بعد
مدرسہ عالیہ رامپور گئے اور مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادیؒ سے کتب معقولات، فقہ اور اصول فقہ، مولانا محمد طیب
عرب صاحب مکیؒ سے تفسیر، ادب، معانی وبیان، مولانا منورؔ علی صاحب محدث رامپوریؒ سے کتب احادیث
اور بقیہ کتب فقہ واصول فقہ، مولانا حافظ وزیر علی صاحب رام پوریؒ سے بقیہ کتب ادب ومعانی وبیان،
اور مولانا محمد امین صاحب کابلیؒ سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔

آپ کے والد چشمۂ رحمت کے صدر مدرس اور غازی پور کے مفتی اعظم تھے، آپ بھی فراغت کے بعد

اس درس گاہ سے یوں منسلک ہوئے کہ وفات کے بعد ہی اس سے جدا ہوئے، ابتدا میں عربی کے ایک مدرس کی حیثیت سے مقرر ہوئے، مگر ۱۳۲۱ھ میں جب آپ کے والد ریل کے حادثہ میں شہید ہو گئے تو آپ ان کی جگہ صدر مدرس اور مفتی اعظم بنے، یہاں رہ کر یو، پی، بہار، اور بنگال کے ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا۔

شرافت، وضعداری اور تواضع و انکساری کا مجسمہ تھے، پوری زندگی سلف صالحین کے نمونہ پر بسر کی، درس و تدریس، مطالعہ و کتب بینی، فتویٰ نویسی اور مہمان نوازی آپ کے محبوب مشاغل تھے سادگی اور بے تکلفی میں خاندان سے نرالے تھے، پینتالیس سال تک اسی وضع پر زندگی بسر کی اور معمولات میں فرق نہیں آنے دیا۔ آپ نے کوئی مستقل کتاب تصنیف نہیں کی، البتہ آپ کے فتاوے کئی ہزار کی تعداد میں موجود ہیں جن کو اگر مرتب کر کے شایع کیا جائے تو کئی جلدوں میں فقہی اور دینی معلومات کا مستند اور بیش بہا ذخیرہ بن جائے۔

یکشنبہ ۱۸ر شعبان ۱۳۸۵ھ (۱۲ر دسمبر ۱۹۶۵ء) کو معمولی سی بیماری کے بعد رسولپور میں انتقال فرمایا اور یہیں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد میں مولوی حکیم عبد الملک صاحب کسی نہ کسی حد تک خاندانی روایات کے حامل ہیں۔

مولوی حکیم عبد المجید صاحب رح:- مولوی حکیم عبد المجید بن مولانا عبد العلیم بن شیخ باب اللہ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور اردو، فارسی پڑھکر جدید تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، فن طب کے خاندانی ورثہ سے وافر حصہ پایا تھا۔ اور زندگی بھر تعلیم و طبابت سے تعلق رکھا، خاندانی روایات کا نمونہ تھے، آخری دور میں بزرگی اور تعلق مع اللہ کا یہ حال تھا کہ رات دن میں ملا کر سینکڑوں رکعات نفل نماز پڑھا کرتے تھے، ۱۳ر ستمبر ۱۹۶۳ء کو وطن میں فوت ہوئے، ان کی ان کی اولاد میں جدید تعلیم کا چرچا رہا، انٹر کالج مبارک پور آپ کے صاحبزادگان مسٹر عبد الوحید اور مسٹر

عبد العزیز ایم، اے کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے، جو مولانا عبد الباقی صاحب اور دیگر ...
توجہ سے وجود میں آیا اور قوم کی خدمت کر رہا ہے۔

مولانا محمد یحیٰ صاحب رحؒ:

جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا حکیم ابو الا... بن مولانا احمد حسین بن شیخ باب اللہ رسول پوری رحمۃ اللہ...

راقم کے ماموں ہیں، ۱۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر ہی پر اپنی والدہ ماجدہ سے ... کی، پھر مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں مولانا شکر اللہ صاحب مبارکپوریؒ، مولانا نعمت اللہ ... مبارک پوریؒ اور مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ وغیرہ سے قدوری تک پڑھکر اپنے والد ... کے ساتھ ڈھاکہ چلے گئے اور متوسطات کی تعلیم ان سے اور دوسرے اساتذہ سے پائی، پھر ... اسلامیہ سنبھل میں اور اسکے بعد مدرسہ اسلامیہ امروہہ میں داخل ہوئے اور وہیں مولانا ... صاحب امروہویؒ اور دیگر اساتذہ سے پڑھکر تعلیم مکمل کی، اسی زمانہ میں طب و حکمت کی تعلیم بھی حاصل کی، اسکے بعد حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ... سے دار المبلغین لکھنؤ میں پڑھا۔ اسی درمیان میں معمولی انگریزی تعلیم بھی اپنے طور پر حاصل کی ... نہایت ذہین و طباع اور صاحب استعداد عالم تھے، معقولات میں، منطق، فلسفہ، ہیئت ریاضی، مناظر، مرایا، اکر اور شکل اب میں جامعیت کے مالک تھے، علم ہیئت اور فلکیات میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، اور اس دیار سے یہ علم ان کے ساتھ ختم ہوگیا۔ استعداد اور جودت طبع کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل عبارت پڑھتے ہی اس کے معنی و مطلب کو سمجھا دیا کرتے تھے۔ فقہ، تفسیر، حدیث، معانی، بلاغت، اور عربی ادب میں پوری مہارت رکھتے تھے، اور تمام مروجہ علوم و فنون میں متخصص معلوم ہوتے تھے۔ عربی زبان میں شاعری بھی کرتے تھے، مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور، عربی کالج رائدرگ اور مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں مدتوں تدریس...

خدمات انجام دیں۔ اور ہر مدرسہ میں اونچی کتابیں پڑھاتے رہے۔ بڑوں میں بڑے اور بچوں میں بچے تھے، بہت جلد خفا ہوجاتے اور اسی سے جلد راضی ہوجاتے تھے، ہر مجلس میں خود چھیڑ کر علمی اور معلوماتی باتیں بیان کیا کرتے تھے، طلبہ ان سے راضی اور وہ طلبہ سے راضی رہتے تھے، تعلیم کے ساتھ تربیت میں کمال رکھتے تھے ویسے کم آمیز تھے مگر جن لوگوں سے ان کی دوستی ہوجاتی ان سے انتہائی تعلق پیدا ہوجاتا۔ اور اسکی حیثیت دوستی سے بڑھکر خاندانی ہوجاتی جو معاملہ سامنے آجاتا اس کی تہ تک پہونچنا ان کے لئے ضروری تھا۔ وضعداری اور بے تکلفی کے ساتھ علمی وقار کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے، سادگی انتہا کی تھی، اور اس میں خاص شہرت رکھتے تھے، ان کے ایسے کئی واقعات مشہور ہیں کہ عشار کے بعد کوئی بات شروع کی توصبح ہوگئی مگر بات ادھوری رہ گئی۔ اپنا ہر کام اپنے معیار کے مطابق کرتے تھے، جلد بازی ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں تھی، اپنی ہر چیز اپنے ذوق کے مطابق نہایت سلیقہ سے بناتے اور رکھتے اور اسمیں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے، جس مجلس میں مولانا محمد یحییٰ کا نام آجاتا ان کی باتیں تھوڑی دیر تک موضوع بحث ضرور بن جاتی تھیں، اور لوگ ان سے متعلق اپنے تجربات وواقعات بیان کیا کرتے تھے، آج بھی جب ان کا نام آتا ہے تو ان کے کئی واقعات سنے سنائے جاتے ہیں، واقعی وہ یادگار زمانہ تھے، ان کی تصنیفات میں یہ ہیں۔

(۱) عمدہ شرح زبدہ، صرف کے مشہور متن زبدہ کی اردو میں شرح ہے جسے انھوں نے طالب علمی کے ایام میں ڈھاکہ میں لکھی تھی، رفاہ عام پریس گورکھپور میں چھپا ہے۔ (۲) تحقیق رویت ہلال واختلاف مطالع، اس رسالہ میں رویت ہلال، قبل زوال وبعد زوال، تشکلات قمریہ، کسوف خسوف، اختلاف رویت، اور اختلاف مطالع وغیرہ کا ذکر نہایت سلجھے ہوئے طور پر ہے، اعظم گڈھ کو مرکز قرار دے کر مشرق ومغرب کے رویت ہلال اور اختلاف مطالع پر جامع بحث کی ہے۔

فتاویٰ ثنائیہ جلد اول میں یہ پورا رسالہ چھپ گیا ہے، اس سے پہلے اخبار اہلحدیث دہلی اور رسالہ "البلاغ" بمبئی میں بھی چھپا تھا۔ (۳) شرح سبعہ معلقہ عربی نامکمل غیر مطبوعہ (۴) دائمی نقشہ اوقات نماز، اسے بڑی کاوش سے کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد مرتب کیا ہے اور اس سے علم ہیئت وفلکیات کا کمال ظاہر ہوتا ہے، افسوس کہ یہ مفید ترین نقشہ چھپ نہ سکا (۵) دائمی جنتری یہ ایک مختصر سا نقشہ ہے جس سے قمری اور شمسی سالوں کی دائمی تاریخیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ کئی علمی مقالات ومضامین رسالہ "البلاغ" وغیرہ میں شایع ہوئے، اسی طرح عربی زبان میں کئی قصائد لکھے ہیں، جو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں، منظوم تاریخ گوئی میں ملکہ حاصل تھا، ایک زمانہ میں "احمدی دواخانہ" کے نام سے دوکان کھولی تھی اور طب یونانی کے ساتھ ہومیوپیتھک علاج بھی کرتے تھے، علم الادویہ سے خوب واقف تھے، فن تجلید کے ماہر تھے اور نہایت عمدہ اور دیدہ زیب جلدیں بناتے تھے، اپنے خاندانی کتب خانہ کی کئی سو کتابوں کی تجلید خود کی تھی، جس میں تمام فنی خوبیاں اور نزاکتیں تھیں،

دوشنبہ ۱۱ر صفر ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۲ رمئی ۱۹۶۷ء کو صبح چار بجے بمرض سِل مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور میں انتقال فرمایا اور طلبہ ومدرسین کے کاندھوں پر دن نکلتے نکلتے رسول پور پہونچائے گئے، اور ظہر کے بعد آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔ آپ کے والد مرحوم کا وصال بھی گھر سے دور عظمت گڈھ میں ہوا تھا اور جنازہ کاندھوں پر لاکر رسول پور دفن کیا گیا تھا۔ باپ بیٹے دونوں کی دنیا سے جانے کی ادا ایک ہی قسم کی ہے، رحمہم اللہ۔

مولانا عبد الباقی صاحب

مولانا عبد الباقی بن مولانا عبد العلیم بن شیخ باب اللہ نے چشمۂ رحمت غازیپور میں مشکوٰۃ تک عربی علوم اور دینی علوم حاصل کرکے جدید تعلیم مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں حاصل کی اور بی، اے، ایل، ایل، بی، کی ڈگری حاصل کرکے ایڈوکیٹ

ہوئے۔ قیام غازیپور کے زمانہ میں جن علماء سے آپنے کسب فیض کیا ان میں مولانا محمد فاروق صاحب چریاکوٹی بھی شامل ہیں۔ وکالت جیسے خشک اور سچ جھوٹ والے پیشہ کے باوجود حدیث و تفسیر، فقہ اور تاریخ و سیر کا مطالعہ برابر جاری رہتا ہے، اور علم تازہ ہے۔ عربی ادب سے خصوصی تعلق ہے "ریا الرضب فی شرح زنات الطرب" آپ کی تصنیف ہے، آپ اپنے خاندان کی آخری یادگار رہ گئے ہیں، کسی نہ کسی حد تک مقامی اور ملک کی سیاست سے دلچسپی بھی رکھتے ہیں، ایم، ایل، اے بھی رہ چکے ہیں۔ ان کی وکالت پر مولویت غالب ہے۔

البلاغ

دینی تعلیمی اور حج سے متعلق واحد رسالہ ہے

- عالم اسلام سے ملی ربط پیدا کرنا اس رسالہ کا خاص موضوع ہے
- البلاغ دینی، تعلیمی معلومات سے پُر ہوتا ہے۔
- موسم حج میں نعتیہ کلام اور معلومات پیش کرتا ہے۔
- البلاغ دینی خدمت کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ مالی فائدہ مقصود نہیں
- مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کے خریدار بن کر دین کی خدمت میں معاونت کریں

اور عالم اسلام سے ملی ربط پیدا کریں۔

سالانہ چندہ :- چھ روپے

(منیجر)

فیضِ نسیمِ سحری

اہلِ طیبہ جو کبھی خواب میں آجاتے ہیں
خلشِ حسرتِ دیدار بڑھا جاتے ہیں

منظرِ حسنِ جہاں تاب دکھا جاتے ہیں
دل کے ہر گوشے کو پُر نور بنا جاتے ہیں

ڈال کر بیخودیِ شوق کے پردے دل پر
خود مجھے میری نگاہوں سے چھپا جاتے ہیں

چھیڑ کر سازِ تمنائے زیارت پیہم
دل کو اک دردِ مجسم وہ بنا جاتے ہیں

جلوہ ہائے حرمِ پاک کا اللہ رے کرم
جب اٹھاتا ہوں نظر سامنے آجاتے ہیں

آخرِ شب نگہِ شوق کو ماہ و انجم
سبز گنبد کی فضا، یاد دِلا جاتے ہیں

آکے طیبہ سے نسیمِ سحری کے جھونکے
دل کے مرجھائے ہوئے پھول کھِلا جاتے ہیں

اٹھتے ہیں کعبہ کی جانب سے جو بادل پیہم
نگہِ لطف کی امید دِلا جاتے ہیں

آہ وہ سوز میں ڈوبے ہوئے نغماتِ اذاں
دھڑکنیں دل کی کچھ اور بڑھا جاتے ہیں

یاد آآکے شب و روز، شب و روزِ حرم
دل کے جذبات میں طوفان اٹھا جاتے ہیں

جالیاں روضۂ اقدس کی جو یاد آتی ہیں
دیدہ و دل پہ کچھ انوار سے چھا جاتے ہیں

یاد آتے ہیں حضوری کے وہ لمحے جو حمید
سچ تو یہ ہے غمِ کونین بھلا جاتے ہیں

حج بدل

(از محی الدین منیری)

عبادات میں بعض بدنی اور مالی عبادت اس کے شرائط کے ساتھ نائب کے ذریعہ ہوسکتی ہے، حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ایک مرتبہ دو بھیڑیں قربانی دیں، ایک اپنے واسطے اور ایک اپنی امت کے واسطے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہونچا سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کا ثواب امت کو بخشا ہے۔

عبادات بدنی میں فرض نماز اور روزوں کا ثواب کسی کو منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ مالی عبادتیں زکوۃ، صدقہ، فطر نائب کے ذریعہ ادا کی جا سکتی ہے۔ حج مالی عبادت بھی ہے اور بدنی بھی، ضرورت کے وقت نائب کے ذریعہ ادا کی جا سکتی ہے مگر اس کے لئے شرط ہے کہ حج ادا کرانے والا حج ادا کرنے سے عاجز ہو یہ عجز اس کی موت تک رہے۔ حج کرانے والوں کو چاہیئے کہ نائب کو خاص طور پر حج کے پورے اخراجات کے ساتھ تعین کریں اور ایسا آدمی منتخب کریں جو حج کے مسائل جانتا ہو، عاقل، بالغ، اور آزاد ہو

اگر مالدار آدمی تندرست ہو یا غیر مستطیع جب پر حج فرض نہیں تندرست ہو تو اس کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے، عاجز ہونے کی شرط فرض حج کے لئے ہے۔ حج بدل کے عجز کی جو قید ہے اس کے لئے شرط ہے کہ عمر بھر تک وہ عجز قائم رہے، ایک شخص بیمار تھا اس نے حج بدل کرایا پھر وہ اچھا ہو گیا تو اب

اس کو اپنا فرض حج خود جا کر ادا کرنا چاہیئے، اگر وہ اچھا ہو کر مر گیا تو اس کے ذمہ حج باقی رہ گیا۔ اگر ایک عمر قید والے قیدی نے اپنا حج بدل کرایا اس کے بعد وہ رہا ہو گیا تو اس کو اپنا فرض حج خود جا کر ادا کرنا چاہیئے، اگر موت تک قیدی قید میں رہتا یا بیمار اچھا نہ ہوتا تو بدل کرایا ہوا حج کافی تھا۔

حضور اکرمؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو، اولاد کا حج اپنے ماں باپ کی طرف سے انکی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ والدین کی طرف سے کسی نے حج کیا تو اسے دس حج کا ثواب ملے گا اور قیامت میں نیک لوگوں میں اسکا شمار ہوگا۔

حج بدل کرنیوالا احرام کے وقت نیت کرلے کہ فلاں کیطرف سے حج کا احرام باندھتا ہوں، جس کیطرف سے حج کیا جائے اسکا مال خرچ کرنا چاہیئے، اگر حج کرنیوالے نے مہربانی سے اپنا خرچ کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے حج ادا کرا دینا اور پسماندگان میں سے کسی نے اس کے مال سے حج نہ کرایا اور کسی رشتہ دار عزیز نے اپنا پیسہ خرچ کر کے حج کرایا تو جائز نہیں۔ جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ جس شخص کو مقرر کرے اسی کو حج بدل کرنا چاہیئے، نائب نے کسی اور نائب کو مقرر کیا تو جائز نہیں، کسی کو اجرت پر حج کیلئے مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ حج کے لئے نائب ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہیئے جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو، علماء احناف اسکو جائز رکھتے ہیں کہ ایسے شخص کو بھی حج بدل پر بھیجا جا سکتا ہے جو اپنا حج ادا نہ کیا ہو، مگر ایسی صورت میں حج بدل کرنے والے پر اپنا حج فرض ہو جائے گا، اور زندگی میں اسے کبھی کرنا ہوگا دوسرے ائمہ اس مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہیں، حج کے لئے عورت کو نائب مقرر کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے، اگر کسی نے دو آدمیوں کا حج کرنے کا ذمہ لیا تو دونوں میں سے کسی کا حج ادا نہ ہوگا، اسکا حج ہوگا جس نے خود ادا کیا، اور اسے دونوں کا خرچ واپس کرنا چاہیئے۔ حج کرنے والا حج کرنے کے بعد یہ خیال کرے کہ حج کا ثواب کسی ایک پر منتقل کر دوں تو ایسا نہیں ہو سکتا، ہاں اگر کوئی والدین کی طرف سے حج کرے یا حج کے بعد نیت کرے کہ میں اپنے حج کا ثواب والدین کو بخش دیتا ہوں تو یہ جائز ہے، جبکہ یہ حج فرض تھا

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

بَابُ الْاِفتَاء

حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رضا مفتی مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور

س :۔ زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ میں تم کو نہیں رکھوں گا تو رکھنے کے قابل نہیں ہے تم کو طلاق دے کر چھوڑ دوں گا تو ہندہ نے زید سے کہا کہ تو طلاق دیدے اس پر زید ہندہ سے کہتا ہے کہ تو مجھکو پسند نہیں ہے تو دوسری شادی کر لے، اور زید کا نکاح ہوئے پانچ سال ہو گیا مگر ہندہ اسکے ساتھ صرف ایک سال رہی، پس اس صورت میں ہندہ کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

ج :۔ ہندہ کا زید سے یہ کہنا کہ تو طلاق دیدے مذاکرہ طلاق ہے، شامی میں ہے:
فتفسر المذاکرۃ بسوال الطلاق وتقدیم الایقاع (الی) المذاکرۃ ان تسألہ ھی او اجنبی الطلاق (ص ۲۶۰ ج ۲) اور زید کا ہندہ سے یہ کہنا کہ تو دوسری شادی کر لے یہ اُن کنایات میں سے ہے جو صرف جواب کو محتمل ہیں۔ اور جواب کی تفسیر شامی میں یہ کی گئی ہے: تصلح للجواب ای اجابتہ لھا فی سوالھا الطلاق منہ (الی) قسم لا یحتمل الرد ولا السب بل یتمحض للجواب (ص ۲۶۱ ج ۲) . . . . . .

اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ مذاکرہ طلاق کے وقت نیت طلاق کی ضرورت نہیں، پس اس صورت میں ہندہ پر طلاق بائن واقع ہو گئی جس کا حکم یہ ہے کہ عورت عدت گذر جانے پر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

س :۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو مار پیٹ کر جھگڑا کر کے گھر سے نکال دیا اور اس شخص نے دوسرا نکاح کر لیا ہے اور پہلی بیوی کو نہیں لیجاتا اور نہ کوئی لوانے آتا ہے، پہلی بیوی کی عمر بائیس ۲۲ سال ہے لڑکی اپنے باپ کے یہاں ہے لڑکے سے خلع کے لئے کہا جاتا ہے تو ہزار روپیہ مانگتا ہے اور اتنے روپے دینے کی استطاعت نہیں باپ غریب ہے، لڑکا کہتا ہے کہ میں نے تو دوسری شادی کر لی ہے اب اس کو نہیں لاؤنگا اور نہ اسکو چھوڑوں گا، ہمارے ملک میں قاضی و مسلمان حاکم نہیں، اب اس کے متعلق کیا حکم شریعت ہے۔

ج :۔ صورۃ مسئولہ میں لڑکی اپنا معاملہ جماعت مسلمین میں پیش کر کے فسخ نکاح کا حکم حاصل کر کے عدت طلاق تین حیض گزار کر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے لیکن قانونی زد سے بچنے کیلئے جماعت مسلمین کو کوئی تدبیر کر لینی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
تفصیل اس مسئلہ کی رسالہ حیلہ ناجزہ میں مذکور ہے جو دیوبند سے مل سکتا ہے۔

س :۔ قرآنی آیات کو تعویذ گنڈوں کے لئے استعمال کرنا، کاغذوں پر لکھکر فلیتہ جلانا، دھونی دینا یا اسی طرح کے معلوم طریقوں سے استعمال کرنا اور ان کاموں کے معاوضوں میں بڑی بڑی رقمیں وصول کرنا حتیٰ کہ ایک پھونک مارنے کا بھی معاوضہ لینا اور سب سے بڑھکر یہ کہ صرف انھیں کاموں کو ذریعہ معاش بنانا گیا ہے، قرآن مجید کی بعض آیات میں جھاڑ پھونک کرنے والوں کی برائی سے جو پناہ مانگی گئی ہے ان کا اطلاق ان امور پر بھی ہوتا ہے یا نہیں۔
یہ کاروبار اتنا منفعت بخش ہو گیا ہے کہ سادہ لوح لوگوں کو اس طرف رجوع کرنے اور ترغیب

...نے کے لئے دلال مقرر کئے جاتے ہیں، اشتہار تقسیم کئے جاتے ہیں اپنے ناموں اور کاموں
...ر ڈنکا بجوایا جاتا ہے، اور نہ جانے کیا کیا ترکیبیں جاتی ہیں۔

...: قرآن مجید اصل میں عمل کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہے، اس کو تعویذ گنڈوں
...ستعمال کرنے کے لئے نہیں اتارا گیا ہے لیکن باوجود اس کے تعویذ گنڈوں میں استعمال کرنا
...ران کا معاوضہ لینا جائز ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ بخاری شریف مذکور ہے۔

...ل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احق ما اخذ تم علیہ اجرًا
...اب اللہ (مشکوٰۃ شریف) ص ۲۵۸ ج ۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:۔ فی الحدیث
...یل علی جواز الرقیۃ بالقرآن وبذکر اللہ واخذ الاجرۃ علیہ ص ۳۶۴ ج ۳)
...قرآن مجید کی بعض آیت میں جھاڑ پھونک کرنے والوں کی برائی سے جو پناہ مانگی گئی ہے تو
...ان تعویذ و گنڈوں کے متعلق ہے جن کو جاہلیت میں مشرکین عمل میں لاتے تھے اور انمیں
...ر اللہ سے استمداد و استعانت ہوتی اور اسی بنا پر حدیثوں میں ان کو شرک کہا گیا ہے، مشکوٰۃ
...بحوالہ ابوداؤد مذکور ہے، ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک۔
...شکوٰۃ (ص ۳۸۹ ج ۲)

... لیکن جس جھاڑ پھونک میں کلمات شرک و کفر نہ ہوں بلکہ کلمات مباحہ ہوں اور انکو
...وثر بالذات نہ سمجھا جائے اور ان کی بے ادبی نہ ہو تو جائز ہے، مشکوٰۃ میں بحوالہ مسلم
...کور ہے، لا باس بالرقی مالم یکن فیہ شرک (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۸)

تحریر بالا سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عملیات میں اگر شرائط جواز مجتمع اور مفاسد
...رتفع ہوں تو عملیات بلا تکلف جائز ہیں، خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً
...فعلاً و تقریرًا اسکی اجازت دی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین نے اس کا

استعمال فرمایا ہے گو احادیث سے افضل و اکمل حالت یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسکو ترک کیا جائے اور محض دعا پر رضا کے ساتھ اکتفا کیا جائے، مشکوٰۃ میں بحوالہ ترمذی وغیرہ مذکور ہے۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من اکتوی او استرقی فقد بریٔ من التوکل (ص ۳۸۹ ج ۲) نیز اسی کتاب میں بحوالہ بخاری و مسلم مذکور ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب ھم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربھم یتوکلون (ص ۴۵۲ ج ۲)

مگر آیات قرآنیہ کا کاغذوں پر لکھکر فلیتے جلانا دھوپ دینا اور اس کو رائج کرنے کے لئے دلال مقرر کرنا اور چرچا کرنا ہرگز درست نہیں۔ لان فیہ اھانۃ اسم اللہ تعالےٰ (شامی ص ۲۳۲ ج ۵) افسوس کہ اس وقت اکثر لوگوں نے اسکو پیشہ بنا لیا ہے اور اسی کو کسب اور تحصیل مال کا ذریعہ بنا لیا ہے اور بلا امتیاز جائز و ناجائز کے روپیہ گھسیٹنے اور ٹھگنے کی فکر میں لگ رہے ہیں۔ اور کبھی کبھی ایسے لوگوں کے پاس عورتوں کے آنے جانے یا بات چیت کرنے سے اُن کی نیت بگڑ جاتی ہے، اور آبرو کے لاگو ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائیں۔ اور ہدایت کریں۔

واللہ تعالےٰ اعلم

(صفحہ ۴۰ کا بقیہ حج بدل) اور بغیر وصیت کے مر گیا تو وہ گنہ گار ہوگا، اگر اسکے وارثوں نے اس کی طرف سے حج کرا لیا ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ فرماتے ہیں کہ مجھکو امید ہے کہ یہ حج انشاء اللہ تعالیٰ اسکی میت کی طرف سے ادا ہو جائے گا، جس شخص پر حج فرض تھا وہ اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کی اور مر گیا، امام حسن بصری رح سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ وصیت کرنیوالے کو خدائے تعالیٰ تین حج کا ثواب عطا فرماتا ہے، ایک حج کا ثواب اسکو جس نے

عطرِ مجموعہ نمبر ۳۹۱۸

دل پسند خوشبوؤں کا نچوڑ

یہ نایاب عطر پاکیزہ اور سفید پوشش نمازیوں اور ستھرے لوگوں کے لئے ایک نیا تحفہ، شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات کے لئے ایک خاص ہدیہ ہے جو انجمنوں، بزموں اور دینی جماعت کا سنگھار ہے۔

نوٹ:- آپ ہمیشہ ہمارے مال کی سر بند شیشیاں ہی خرید فرمائیے تاکہ آپ کو اصلی مال مل سکے۔ "عطر مجموعہ" کی مقبولیت سے کچھ لوگ ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور عطر مجموعہ کے نام سے نقلی مال فروخت کرتے ہیں۔ خریدنے سے پہلے نمبر ۳۹۱۸ ضرور دیکھ لیجئے اور اس کی سر بند شیشیاں ہی خرید فرمائیے۔

ہمارے یہاں ہمہ اقسام کے عطریات، روغنیات، سوقیات اور اگربتی وغیرہ بھی مناسب نرخ پر دستیاب ہوتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے فہرست طلب کیجئے۔

ٹیلیفون ۳۳۲۸۲۵
تار کا پتہ "مجموعہ" بمبئی

حافظ محمد زکریا برادران تاجران عطر و تیل سردار ولبھ بھائی پٹیل روڈ مشرقی بمبئی ۴

برانچ ۱ مینارہ مسجد، محمد علی روڈ بمبئی نمبر ۳

برانچ ۲ دکان ۱۱۳ کرناک روڈ حاجی صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی ۱

REGD. NO MH 337.

FEBRUARY 1970

REGISTERED WITH REGISTRAR OF NEWSPAPER FOR INDIA UNDER No. 14477/59

قرآن

ہر قسم کے

بلاک

اور مشرقی آرٹ کے ڈیزائن

سادے اور رنگین

مخصوص اہتمام کیساتھ

تار کا پتہ "ایجوکیشنل بک"

ٹیلیفون

روڈ - بمبئی